بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖٓ اِلَی الَّذِیْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ

شب براءت

اور اس کی شرعی حیثیت

مولانا حافظ سید امان اللہ شاہ بخاری فاضل علوم اسلامیہ
پرنسپل جامعہ محمدیہ سانگلہ ہل



سید حسان شاہ اکیڈمی
راجہ جنگ ضلع قصور

قرآن : ایک نظر میں

پہلی وحی :

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ

(سورہ علق : آیۃ ۱ تا ۵)

آخری وحی :

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ (البقرۃ : ۲۸۱)

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (المائدۃ : ۳)

کاتبانِ وحی :

کم و بیش ۴۰ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

قرآن کی مدت نزول :

تقریباً ۲۲ سال ۰ ۵ ماہ ۰ ۱۴ دن

عمومی تقسیم :

پارے :	۳۰	منزلیں :	۷
سورتیں :	۱۱۴	رکوع :	۵۴۰

آیات : ۶۶۶۶

سجدہائے تلاوت : متفق علیہ ۱۴ مختلف فیہ ۱

کلمات : ۸۶۴۳۰

حروف : ۳۲۳۷۶۰

منازل کی تقسیم :

سورۃ فاتحہ	تا	سورۃ نساء
سورۃ مائدہ	تا	سورۃ توبہ
سورۃ یونس	تا	سورۃ نحل
سورۃ بنی اسرائیل	تا	سورۃ فرقان
سورۃ شعراء	تا	سورۃ یٰس
سورۃ والصّٰفّٰت	تا	سورۃ حجرات
سورۃ قٓ	تا	سورۃ الناس

مضامین :

علم عقائد	علم الاحکام
تذکیر باللہ	تذکیر بایام اللہ
تذکیر بالموت وما بعدہ	

اقسام آیات :

آیاتِ وعدہ :	۱۰۰۰	آیاتِ وعید :	۱۰۰۰
آیاتِ نہی :	۱۰۰۰	آیاتِ امر :	۱۰۰۰
آیاتِ مثال :	۱۰۰۰	آیاتِ قصص :	۱۰۰۰
آیاتِ تحلیل :	۲۵۰	آیاتِ تحریم :	۲۵۰
آیاتِ تسبیح :	۱۰۰	آیاتِ متفرق :	۶۶

تفصیل حرکات (اعراب)

ضمات (پیش)	ُ	:	۸۸۰۴
فتحات (زبر)	َ	:	۵۳۲۲۳
کسرات (زیر)	ِ	:	۳۹۵۸۲
مدات (مد)		:	۱۷۷۱
تشدید (شد)	ّ	:	۱۲۷۴
نقاط (نقطے)	٠	:	۱۰۵۶۸۴

تفصیل حروف تہجی :

ا	۴۸۸۷۲	ب	۱۱۴۲۸
ت	۱۱۹۹	ث	۱۲۷۶
ج	۳۲۷۳	ح	۹۷۳
خ	۲۴۱۶	د	۵۶۰۲
ذ	۴۶۷۷	ر	۱۱۷۹۳
ز	۱۵۹۰	س	۵۹۹۱
ش	۲۱۱۵	ص	۲۰۱۲
ض	۱۳۰۷	ط	۱۲۷۷
ظ	۸۴۲	ع	۹۲۲۰
غ	۲۲۰۸	ف	۸۴۹۹
ق	۶۸۱۳	ک	۹۵۰۰
ل	۳۴۳۲	م	۳۶۵۳۵
ن	۴۰۱۹۰	و	۲۵۵۳۶
ہ	۱۹۰۷۰	لا	۳۷۲۰
ی	۲۵۹۱۹		



بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ

شبِ براءت

اور اس کی شرعی حیثیت

مولانا حافظ سید امان اللہ شاہ بخاری فاضل علوم اسلامیہ
پرنسپل جامعہ محمدیہ سانگلہ ہل

سید حسان شاہ اکیڈمی
[illegible] ضلع قصور



نام کتاب ——— "شب برأت اور اسکی شرعی حیثیت"
مؤلف ——— مولانا حافظ سید ابن اللہ شاہ بخاری
ناشر ——— سید حسان شاہ اکیڈمی
طبع جنگ
طابع ———
صفحات ——— ۴۸
تعداد ——— ۱۰۰۰
قیمت ——— ۷/۵۰

ملنے کا پتہ

جامعہ محمدیہ

اقبال پورہ، سانگلہ مل، ضلع شیخوپورہ

انتساب

میں انتساب کیلئے مرد حق کے شہید خطیب ملت حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ، حضرت مولانا حبیب الرحمان یزدانیؒ مولانا عبدالخالق قدوسیؒ اور محمد خان نجیبؒ کے نام تجویز کرتا ہوں جو توحید وسنت کا علم بلند کرنے کے لئے ملحدانہ قوتوں اور جبر واستبداد کی طوفانی یلغار کا مقابلہ کرتے ہوئے ۲۳ مارچ ۸۷ء کو ہم سے جدا ہو گئے

تیری رحمت سے الٰہی پائیں یہ رنگ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کیلئے

[illegible]
[illegible] محمدیہ [illegible]

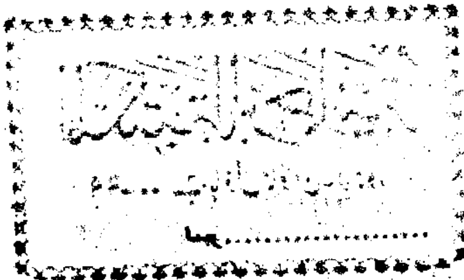
وُہ پھول چُنے ہیں جو گلستاں میں نہیں ہیں۔

ارشاد گرامی

: حضرت مولانا سید ولی اللہ شاہ بخاری خطیب اسلام فاضل نوجوان ناظم بخاری دار العلوم جامعہ محبوبیہ راجہ جنگ ضلع قصور۔

"مولانا سید امان اللہ شاہ بخاری فاضل علوم اسلامیہ کا مقالہ "شب برات اور اسکی شرعی حیثیت" میں نے دیکھا ماشاء اللہ مفید اور نافع ہے۔ عوام الناس بالخصوص خطباء کرام اور واعظین عظام کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیئے"

سید ولی اللہ شاہ بخاری



تقدیم

سید محمد محسن بخاری
فاضل خیر المدارس ملتان - ایم اے عربی ایم اے اسلامیات
ڈپلومہ ان انگلش عربک - انٹرپریٹرشپ انٹرنیشنل
نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ماڈرن لینگویجز - اسلام آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ،

میں کافی عرصہ سے محسوس کر رہا تھا کہ آج کے مسلمانوں نے شب برأت کو ایک مذہبی اور روایتی حیثیت دے رکھی ہے۔ اس خیالی اور تصوراتی رات کو اس طرح اہمیت دی جاتی ہے جس طرح لیلۃ القدر کو دی جاتی ہے۔ عجیب بات ہے کہ واعظین خوش بیان لیلۃ القدر میں جو کچھ بیان کرتے ہیں، شب برأت میں وہی کچھ بیان کرتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ جب شعبان کی پندرھویں رات آتی ہے تو قرآن کریم کی اس آیت کی تلاوت کرتے ہیں۔

حٰمٓ - والکتٰب المبین - اِنا انزلنٰہ فی لیلۃ مبٰرکۃ - اِنا کنا منذرین .
(دخان)

ترجمہ: حٰمٓ - قسم ہے کتاب مبین کی - ہم نے (اس قرآن کو) مبارک رات میں اتارا ہے۔ ہم ہمیشہ لوگوں کو (انجام بد) سے بچاتے آئے ہیں۔

عوام الناس کو یہ یاد کرایا جاتا ہے کہ قرآن کریم کا نزول ماہ شعبان کی پندرھویں رات کو شروع ہوا۔ لیکن جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے تو کہتے ہیں یہ بہت مبارک مہینہ ہے۔ اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں قرآن کا نزول

شروع ہوا" یہ دورِ تقلیدِ شخص کا دور نہیں ہے۔ ہر ایک شخص اپنی ایک سوچ رکھتا ہے آج کے دور میں ایک مسلمان مذہب کے بارے میں بہت حساس ہے بالکل ایسے ہی جیسے قرنِ اول میں تھا۔ وہ بات سنتا ہے لیکن اسے تولا ضرور ہے۔ دورِ حاضر کا مسلمان، ان واعظین خوش بیان سے بہت پریشان ہے کہ وہ قرآن کریم کے حوالے دیکر اس کے نزول کو کبھی ماہِ شعبان سے منسوب کرتے ہیں اور کبھی ماہِ رمضان سے۔ گویا قرآنِ کریم خود ہی اپنے نزول کی ابتداء سے بے خبر ہے۔ قرآن کریم پر یہ اتہام ہے اور کتنا افسوس کی بات ہے۔ کہ اس کے محرک، نام کے وہ علماء کرام ہیں جنہیں عوام کی رضاجوئی کی ہمہ وقت فکر رہتی ہے۔ لیکن انہیں خدا اور اس کے پیارے حبیبؐ کی رضاجوئی کی کبھی فکر نہیں رہی۔

؎ چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

ترجمہ جب اللہ کے گھر سے گمراہی کا سیلاب امڈ آئے تو اسلام کا کیا بنے گا؟

اسلام کے خلاف یہ ایک گہری بین الاقوامی یہودی سازش ہے جس کا مقصد اہلِ دانش اور صاحب شعور لوگوں کو اسلام سے بدظن اور منحرف کرنا ہے۔ یہ یاد رہے کہ ایک مسلمان دانش اور شعور کا خزانہ ہوتا ہے۔ وہ آنکھیں بند کر کے نہ اسلام لایا ہے اور نہ ان روایات پر آنکھیں بند کر کے عمل کر سکتا ہے۔ وہ اپنے دماغ سے کام لیکر مسلمان ہوا ہے۔ اس نے آفاق میں ڈوب کر غور و خوض کیا اور خدا تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک مانا ہے۔ مسلمان ہونے کے بعد اس کا دماغ ماؤف نہیں ہوا۔ بلکہ اسے اور جِلا ملی ہے۔ اسلام تو اندھیرے سے اجالے میں لاتا ہے۔ وہ اندھوں کو بینائی دیتا ہے دِلوں کو صاف رُوح کو پاک اور ذہن کو روشنی عطا کرتا ہے۔ وہ آباؤ اجداد کے زنگ آلود نظریات سے منحرف کر دیتا ہے۔ یہ تب ہی ہو سکتا ہے۔ جب دماغ روشن ہو اور عقل کام کر رہی ہو۔ ایک مسلمان کبھی عقل کو خیر باد کہکر بے عقل اور بے وقوف نہیں بن سکتا؛ بالکل قرآن کریم کی اس آیت کی تفسیر بنکر بات کو تسلیم نہیں کرتے و

مجھے یقین ہے کہ آج کا سائنٹیفک ذہن رکھنے والا مسلمان جس نے گھسے پٹے داستان کو خیرباد کہہ دیا ہے۔ جس نے بوسیدہ نظریات کو اتار پھینکا ہے۔ جس نے خیالاتی اور تصوراتی کپڑے جلتی آگ میں پھینک دیئے ہیں، وہ اس بیہودہ سازشوں کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دیگا۔ بس انہیں ایک ایسے رہنما اور عالم دین کی ضرورت ہے۔ جو قرآن و حدیث کی روشنی میں مختلف فیہ مسائل کا حل تلاش کر سکے۔

بخاری صاحب کا یہ کارنامہ ناقابل فراموش ہے کہ انہوں نے اس قدر محنت، جدوجہد اور مسلسل جانفشانی سے کام لے کر "شب برأت کی شرعی حیثیت" کو تحقیق کی چھلنی سے گذارا ہے۔ زیر نظر مقالہ سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ انہیں اسماء الرجال میں ملکہ اور عربی لغات پر کتنا عبور حاصل ہے۔ یقیناً آپ قرآن وحدیث سے مسئلہ کو حل کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ مقالہ کی زبان صاف، سلیس، رواں اور اعلی جواہر سے مالا مال ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں قلم کے تقدس کی قسم اٹھائی ہے۔

ن۔ والقلم وما یسطرون: مجھے قسم ہے قلم کی اور جو کچھ اس سے لکھا جاتا ہے" تو یقیناً بخاری صاحب نے قلم کے تقدس اور اس کی پاکیزگی کو بحال رکھا ہے۔ ان کا قلم بے راہ نہیں ہوا۔ اور نہ راہ حق سے بھٹکا۔

دین اسلام ایک سچا اور آفاقی دین ہے۔ اس کی بنیاد سچائی پر رکھی گئی ہے وہ سچ کہتا اور سچائی کی تعلیم دیتا ہے: قرآن کریم اس کی مثال دیتے ہوئے کہتا ہے

مَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ (القرآن)

ترجمہ۔ طیب کلمہ ایک طیب درخت کی مانند ہے۔ جس کی جڑیں زمین کے پاتال میں اور ٹہنیاں آسمان کی بلندیوں میں گم ہیں۔

جس دین کے پاس تیس پاروں پر مشتمل ابدی ضابطہ حیات اور خدا کے آخری نبی کا اسوہ موجود ہو۔ جس دین کی بنیاد کمزور نہ ہو جس کے پاس سچائی

اور دلائل کا لامحدود، بے پایاں، وسیع اور لامتناہی ذخیرہ موجود ہو۔ جس کے اثرات اور فوائد آفاقی ہوں اور جس نے کائنات کی غیر محدود وسعتوں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہو، اُس دین کو اپنی ترویج و اشاعت میں موضوع اور جھوٹی روایات کے سہارے کی کیا ضرورت ہے؟ کسی نے خوب لکھا ہے کہ

"بے وقوف دوست سے عقلمند دشمن بہتر ہے" میں یہ کہتے ہوئے معذرت چاہتا ہوں کہ یہ واعظین اسلام کے بیوقوف خیر خواہ ہیں۔ اور اسلام نے ان احمقوں سے بہت نقصان اٹھایا ہے۔ یہ میرا دعویٰ ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آج دُنیا کے کونے کونے میں اسلام پھیل چکا ہے۔ آج قرآنِ کریم کو جتنا پڑھا جاتا ہے، کسی مذہب کی کتاب کو اتنا نہیں پڑھا جاتا۔ آج ہر مسجد میں صبح و شام درسِ قرآن و حدیث کا سلسلہ جاری ہے۔ جمعے کے خطبے میں گھنٹوں تقریریں، جلسے اور سیمینار اس پر مستزاد ہیں۔ لیکن جب اتنی لمبی چوڑی تقریریں نہیں ہوتی تھیں، حجۃ الوداع کے موقعہ پر ایک عظیم جلسے کے علاوہ کبھی کوئی بڑا جلسہ نہیں ہوا جبکہ اس عظیم اجتماع میں چند باتیں تھیں جو مختصر تو تھیں لیکن کام کی تھیں ایسی کام کی تھیں جس سے قوموں کی تقدیر بدل گئی۔ تب ہم ۳۱۳ ہو کر کامیاب ہوئے جلد ہی ایک لاکھ سے بڑھ گئے۔ ہمارا ایک سپاہی ہزاروں پر بھاری تھا۔ ہم جدھر رُخ کرتے تھے، زمین کانپتی تھی ہم

انتم الاعلون ان کنتم مومنین (اگر تم مومن ہو تو تم ہی غالب ہو گے۔)

کی عملی تفسیر تھے۔ ہم رسواء اور ذلیل نہ تھے ہم تقدیر کے خود مالک تھے اور اقوامِ عالم کی تقدیر ہمارے ہاتھ میں تھی۔

لیکن آج ہم اتنے واعظین خوش بیان میں گھرے ہوئے ہیں کہ ان کی تعداد لاکھوں سے بڑھ گئی ہے۔ آج ہم رسواء اور ذلیل ہیں ہماری تقدیر آج یہود کے ہاتھ میں ہے جن کے بارے میں قرآن کریم نے کہا تھا۔

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ

ترجمہ :- "(ان کے چہروں پر) ذلت اور رسوائی چپکا دی گئی ہے۔"

سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کریم بدل گیا ہے؟ یا حدیث رسول میں وہ اثر باقی نہیں رہا جو قرآن ابوبکرؓ کو صدیقیت کے اعلیٰ وارفع مقام پر کھڑا کر دیتا ہے۔ عمرؓ کو فاروق، علیؓ کو شیر خدا اور خالد جیسے لوگوں کو "اللہ کی تلوار" بنا سکتا ہے اس کی تاثیر اب کیوں ختم ہو گئی ہے۔ یہ کہنا انتہائی غلط ہو گا کہ اس وقت خدا کے نبی ہمارے درمیان موجود تھے اور آج نہیں ہیں۔ قرآن کریم قیامت تک کیلئے اپنے فوائد سے بھرپور اور قابل عمل ہے۔ اس کے لئے ضروری نہیں کہ خدا کے نبی قیامت تک کے لئے زندہ رہ کر ساتھ ساتھ چلتے رہیں۔ اور جونہی خدا کے نبی نظروں سے اوجھل ہو جائیں خدا کی کتاب بے اثر ہو جائے۔ خدا کے آخری نبی نے دین کی تکمیل تک اس دنیا میں رہنا تھا تب وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اور قرآن کریم و حدیث مبارکہ کو اپنے ساتھ لے جانے کی بجائے ہمارے پاس عمل کی خاطر چھوڑ گئے۔ واعظین چونکہ علم کی وسعتوں سے بے خبر ہیں وہ "ڈائی" سے بنی ہوئی کوئی دھات کا برتن یا کچی اینٹ کی طرح ہیں جس پر "ڈائی" کی چھاپ لگ کر آگ میں جاتی ہے اور پک کر اس کی فطرت بن جاتی ہے۔ اب اسے تبدیل کرنا یا خارجی اثرات سے تبدیلی کی توقع رکھنا فضول سی بات ہے مدارس کی یہ چھاپ انہیں خدا اور اس کے رسول سے دور کر دیتی ہے۔ وہ اپنے اپنے مکتبہ فکر کی تبلیغ کرتے ہیں، خدا اور اس کا رسولؐ ان کے لئے بے معنی سے ہو گئے ہیں۔

(العیاذ باللہ)

یہ واعظین اپنے خول میں بند ہو کر مست الست، دنیا سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے خود ساختہ نظریات کے خود ساختہ قیدی ہو کر ایک مینڈک کی طرح بن گئے ہیں جو تالاب کا چکر لگا کر کہتا ہے کہ وہ ساری دنیا کا چکر لگا آیا ہے۔ وہ اپنے علم کی کمی کے باعث یہ جان ہی نہیں سکتے کہ ان کی بیان کردہ یہ جھوٹی اور موضوع روایات کو باہر کی دنیا میں کچھ لوگ بڑے چٹخارے لیکر پڑھتے

ہیں۔ یہی روایات، غیر مسلم ناقدین کو اسلام اور نبی پاکؐ کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے کی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔ آخر ہم نے قرآن و سنت کو کیوں چھوڑ دیا ہے۔ ہمیں خُدا کے نبیؐ پر اعتماد کیوں نہیں رہا؟ ہمیں کیا ہوگیا ہے؟ کہ آپؐ کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ ہماری نجات تو انہیں کے ساتھ وابستہ ہے۔ اولیاءِ کرام حتیٰ کہ آئمہ اور صحابہؓ کی نجات انہیں کے دم قدم سے ہے۔ خُدا کے نبیؐ کا منصب ایک عظیم منصب ہے وہ بے جا بوجھ کو اتارتے ہیں اور مذہبی جکڑ بندیوں سے لوگوں کو آزاد کر دیتے ہیں۔ قرآن کریم کہتا ہے۔

"وہ (لوگوں کو) نیکی کا حکم دیتا ہے، بدی سے روکتا ہے، ان کے لئے پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے، ناپاک چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے۔ ان پر سے بے جا بوجھ اتارتا ہے۔ ان بندشوں کو کاٹتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے، جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کی حمایت کریں۔ اس کی مدد کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔ وہی فلاح پانے والے ہیں"۔ (الاعراف ۱۵۷)

خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ احبار اور رہبان قسم کے لوگ اپنی حماقت یا کم علمی کی وجہ سے لوگوں کو عبادات کے وہ طریقے بتاتے ہیں جو انبیاءؑ نہیں بتائے۔ شبِ برأت کی عبادت اور اس کا ثواب بھی ان میں سے ایک ہے۔ آخر یہ لوگ ایسا کیوں کرتے ہیں قرآن کریم کہتا ہے۔

اِنَّ مِنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ۔ (القرآن)

ترجمہ:۔ بیشک بعض احبار اور رہبان قسم کے لوگ جھوٹ بول کر عوام الناس کا مال ہضم کرتے ہیں۔

مَیں تمام محترم علماءِ کرام اور عوام الناس سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ "شبِ برأت اور اس کی شرعی حیثیت" کا مطالعہ کریں جس میں قرآن و حدیث سے دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے۔

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ۔ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ أَحْسَنُ تَأْوِيْلًا۔ (النساء ۵۹)

ترجمہ:۔ اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں اختلاف پیدا ہو جائے تو (اسے دور کرنے کیلئے) اللہ اور اُس کے رسُول کے سپرد کرو۔ اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک بہتر طریقِ کار ہے اور انجام کے لحاظ سے مناسب ہے۔

فقط

باللہ التوفیق والحمد للہ علی ذالک

سید محمد حسن بقلم خود

"شب براءت کی حقیقت"

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولنا محمدا عبدہ ورسولہ ارسلہ اللہ الی کافۃ للناس بشیرا ونذیرا وداعیا الیہ باذنہ وسراجا منیرا۔ اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

براءۃ من اللہ ورسولہ الی الذین عھدتم من المشرکین

(سورۂ براءت)

ترجمہ: جن لوگوں نے مشرکین میں سے عہدشکنی کی ہے اللہ اور اس کے رسول ان سے بیزار ہیں۔

برادرانِ اسلام! شبِ برأت کی آمد کے ساتھ ہی علماء کرام کے بارے میں لوگوں کی توقعات میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ کہ وہ اس رات کے فضائل بیان کریں گے۔ اللہ کی رحمتوں کی بارش ہوگی۔ ہم جیسے گناہگاروں کو اللہ کے حضور رونا اور گڑگڑانا ہوگا۔ اللہ ہمارے گناہ بخش دے گا۔ ہمارے رزق میں اور ہماری عمر میں اضافہ ہوگا۔ یقیناً اللہ غفور وکریم ہے، وہ رزق میں اضافہ کرتا ہے۔ اور عمر کا تعین بھی وہی کرتا ہے۔ بے سہاروں کا سہارا اور اُن کا نگہبان وہی ہے۔ لیکن اس کی یہ قدرت کہ ایک ہی رات میں وہ رازق ہے۔ اور وہ رات بھی شبِ برأت کی ہے۔ اس طرح کے نظریہ پر قرآن واحادیث خاموش ہیں۔

لیکن علماءِ کرام کو لوگوں کی توقعات پر پورا اُترنا ہے، اُن کی پسند وناپسند کا خیال رکھنا ہے۔ اور یہ کس قدر نظریاتی دوغلا پن ہے کہ جو لوگ دوسروں کو اللہ کے رازق ہونے کا یقین دلاتے ہیں وہ اپنا رزق لوگوں کی رضاجوئی سے حاصل کرتے ہیں۔ جیسے ایک متقی اور خدا ترس آدمی خُدا کو ناراض کرنا نہیں چاہتا یہ لوگوں کو ناراض کرنا نہیں چاہتے۔ چنانچہ علماء کا ایک کثیر طبقہ شبِ برأت کو قرآن کریم میں تلاش کرنا شروع کرتا ہے، بھاگ دوڑ شروع ہوتی ہے۔ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں۔ وہ کونسی آیت ہے جس میں شبِ برأت کا ذکر ملتا ہے۔ بڑی جستجو اور بھاگ دوڑ کے بعد سورۂ دخان کی ابتدائی آیات کا سہارا ملتا ہے۔ لیکن ؎ آرزو کہ خاک شد"

جب یہ سہارا کمزور ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ تو احادیث میں تلاش کیا جاتا ہے۔ صحیح روایات میں تو شبِ برأت کا کہیں نام ونشان نہیں ملتا۔ لیکن کیا کیا جائے انسانی ہوسِ زندگی، پیٹ کا جہنم بھرنے کیلئے انسان کو کیا کیا پاپڑ بیلنا پڑتے ہیں۔

یہ پیٹ جس کے بارے میں قرآن کریم کہتا ہے۔

اولئک ما یاکلون فی بطونھم الا النار ولا یکلمھم اللہ یوم القیامۃ۔

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے پیٹ میں آگ ڈالتے ہیں اور ان سے اللہ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا۔ انسانی فطرت ہے کہ وہ مرتے دم تک ہار نہیں مانتا اور علماء سوء کی کمزوری ہے کہ وہ لوگوں کو ناراض نہیں کر سکتے۔ چنانچہ شب برأت کی تلاش میں ضعیف اور موضوع احادیث کا سہارا لیا جاتا ہے۔ یہ ہے وہ آخری حصار، جس میں پناہ لیکر اپنی تقریر کا ڈھانچہ بنتا ہے تقریر میں رنگینیاں آتی ہیں اور لوگوں میں قائم شدہ علمی وقار کو سہارا ملتا ہے۔

دین کس چیز کا نام ہے؟

چونکہ شب برأت کو مذہبی رنگ دیا جاتا ہے۔ اس لئے دیکھنا یہ ہے کہ دین کیا ہے؟ کونسی چیزیں ہیں جن کے کرنے سے ثواب ملتا ہے۔ اور کون سی ہیں جن کے کرنے سے عذاب ملتا ہے۔ عذاب وجزا کی تمیز دین ہے۔ اور دین اللہ اور اس کے رسول کی رضا ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے۔

فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ (النساء)

ترجمہ۔ تجھے تیرے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک وہ اپنے مختلف فیہ امور میں آپکے فیصلے (حکم) تسلیم نہیں کرتے۔ اور جو آپ نے فیصلہ کر دیا ہے اپنے دلوں میں کوئی خلش محسوس نہ کریں اور دل و جان سے اسے قبول کر لیں!

موضوع احادیث کے بارے میں آپ نے فرمایا۔

من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار۔

ترجمہ۔ جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے اسے اپنا ٹھکانہ آگ میں بنا لینا چاہیے قرآن کریم کی آیت اور مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں کوئی گنجائش

نہیں رہتی کہ ہم ایک مسئلہ کو جس کا تعلق قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے نہیں ہے۔ اپنی خواہشات کی تکمیل کی خاطر اسے دین میں داخل کریں۔ قرآن کریم ایسی حرکت کا سختی سے نوٹس لیتے ہوئے فرماتا ہے۔

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۔ (اٰل عمران)

ترجمہ: ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو (اللہ کی) کتاب پڑھتے ہوئے اس طرح زبان کو موڑتے ہیں کہ تم سمجھو کہ وہ (اللہ کی) کتاب پڑھ رہے ہیں، حالانکہ وہ کتاب کی عبارت نہیں ہوتی وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہم پڑھ رہے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے۔ حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہے۔ وہ جان بوجھ کر اللہ کی طرف جھوٹی بات منسوب کر رہے ہیں۔

حقیقت ثابتہ:

اس میں کسی شخص کو شک نہیں ہے کہ "شب" کا لفظ عربی کا لفظ نہیں ہے۔ یہ فارسی کا لفظ ہے۔ مذہبی طور پر ہماری تمام تر اصطلاحات عربی میں ہیں، "الصلوٰۃ" نماز کے لئے "الزکوٰۃ" خدا کی راہ میں روپیہ خرچ کرنے کا نام ہے۔ "الصوم" روزہ رکھنے کا نام ہے۔ "الحج" حج کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مذہبی تہوار کو لے لیجئے "عید الاضحیٰ" قربانی کی عید کیلئے مستعمل ہوا ہے۔ "عید الفطر" رمضان کے روزوں کے اختتام پر خوشی کیلئے۔

شب کا لفظ فارسی کا لفظ ہے جس کے معنی بلاشبہ رات ہی کے ہیں لیکن اس لفظ میں مذہبی اصطلاح کے طور پر استعمال ہونے کی استطاعت نہیں ہے۔

براءۃ کی لغوی تحقیق:

شب برات میں دوسرا لفظ برات استعمال ہوا ہے، یہ لفظ چونکہ عربی کا لفظ ہے۔ اس لئے ہم اس کی تحقیق کی جرات کرتے ہیں۔

یہ لطیف نکتہ ہمیشہ ذہن میں رہنا چاہیئے کہ مذہبی اصطلاحات پوری کی پوری عربی میں استعمال ہوئی ہیں۔ ادھر ان کا معنی کسی دوسری زبان میں کبھی استعمال نہیں ہوئیں ہم ان صفحات میں براءت کا معنی قرآنی منقولات میں سے پیش کریں گے اور لغت کا سہارا لیں گے تاکہ حقیقتِ حال کھل کر سامنے آجائے۔

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں۔ البراءة. من برأ - اصل البرء والبراء والتبری. مما یکرہ الانس مجاورتہ ولذالک قیل برأت من المرض وبرأت من فلان، وتبرأت وأبرأتہ من کذا وبرأتہ ورجل بریء وقوم براء وبریئون۔

المفردات فی غریب القرآن، کتاب الباء صفحہ ۴۵ المتوفی ۵۰۲ھ

ترجمہ:۔ اس کا اصل برء۔ البراء۔ تبری ہے ایسی چیز کو کہتے ہیں جس کے پاس جانے کو لوگ اچھا نہ سمجھیں۔ اس لئے کہا جاتا ہے میں بیماری سے تالاں ہوں۔ میں فلاں آدمی سے بیزار ہوں۔ میں فلاں شخص سے یا قوم سے بیزار ہوں وغیرہ وغیرہ۔

رَجُلٌ بَرِیءٌ - ناپسندیدہ شخص

ہم نے یہاں نمونے کے طور پر لغت کے صرف ایک امام کا حوالہ دیا ہے۔ اور طول طویل بحث سے اس لئے اجتناب کیا ہے کہ یہ بحث عام الناس کو زیادہ اپیل نہیں کرتی۔ عام الناس کو جو چیز اپیل کرتی ہیں وہ قرآنی آیات ہیں جن میں بار بار یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جس لفظ کو ہم بڑے ہونے بار بار ذکر کرتے ہیں اور جس سے ہمیں امید ہے کہ ہماری آخرت کی زندگی میں ثواب کا ذخیرہ جمع ہو جائے گا۔ کیا یہ لفظ قابلِ فخر ہے؟ ہمیں ایسا تو نہیں کہ جسے ہم شب براءة میں اچھے معنوں میں استعمال کرتے ہوں وہ اچھے معنوں میں استعمال ہوا ہو۔ ذیل میں قرآن کی آیات پیش کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم اور آپ کے پیروکاروں کی زبان پر قرآن کریم یوں گویا ہے

انا برآؤا منکم ومما تعبدون من دون اللہ (الممتحنہ آیت ۴)

لفظاً لاً با۔ ترجمہ:۔ جب حضرت ابراہیم اور آپ کے پیروکار نے

اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور جن کی تم عبادت کرتے ہو بیزار ہیں۔
اس آیت میں "برآء" کا معنی بیزاری ہے ظاہر ہے کہ یہ لفظ ناپسندیدہ نہیں ہے۔ دوسری آیت میں بھی حضرت ابراہیمؑ کا ذکر ہوتا ہے۔

(۲) فلما رای الشمس بازغة قال هذا ربی هذا اکبر فلما افلت قال یٰقوم انی بریٓء مما تشرکون۔ (سورۃ الانعام آیت نمبر ۷۹)

ترجمہ:- جب آپ نے سورج کو چمکتے ہوئے دیکھا کہا کہ یہ میرا رب ہے کیونکہ یہ بڑا ہے جب سورج غروب ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اے میری قوم میں اس چیز سے بیزار ہوں جو تم شریک ٹھہراتے ہو۔"

(۳) وان کذبوک فقل لی عملی و لکم عملکم۔ انتم بریٓئون مما اعمل وانا بریٓء مما تعملون۔ (سورۃ یونس آیت نمبر ۴۱)

ترجمہ:- اگر آپ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ کہہ دیں۔ میرا عمل میرے لیئے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لئے جو کچھ میں کرتا ہوں تم اس سے بیزار ہو اور جو تم کرتے ہو میں اس سے بیزار ہوں۔

(۴) براءۃ من اللہ ورسولہ الی الذین عٰھدتم من المشرکین (سورۃ براءت آیت نمبر ۱)

ترجمہ:- "جن لوگوں نے مشرکین میں سے عہد شکنی کی ہے اللہ اور اس کے رسول ان سے بیزار ہیں۔"

(۵) واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج ان اللہ بریٓء من المشرکین ورسولہ۔ (سورۃ توبہ یا براءت آیت نمبر ۲)

ترجمہ:- یوم الحج الاکبر کے دن سے لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ عام ہے کہ بیشک اللہ اور اس کے رسول مشرکوں سے بیزار ہیں۔

(۶) وما کان استغفار ابراھیم لابیہ الا عن موعدۃ وعدھا ایاہ۔ فلما تبین لہ انہ عدوٌ للہ تبرأ منہ (سورۃ توبہ یا براءت آیت نمبر ۱۱۴)

ترجمہ: "ابراہیم کی استغفار جو انہوں نے اپنے باپ کے لیے کی تھی وہ ایک وعدے کی وجہ سے تھا جو انہوں نے ان سے کیا تھا لیکن جب حقیقت کھل گئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے۔"

(۷) اذ تبرأ الذین اتبعوا من الذین اتبعوا ورأوا العذاب وتقطعت بھم الاسباب وقال الذین اتبعوا لو ان لنا کرۃ فنتبرأ منھم کما تبرءوا منا۔

(سورۃ بقرہ آیت ۱۶۶، ۱۶۷)

ترجمہ: جب (اس دنیا کے) پیشوا اپنے پیروکاروں (مریدوں) سے (قیامت کے دن) بیزار ہو جائیں گے اور وہ عذاب کو دیکھیں گے اور امید کی شمع بجھ جائے گی تو پیروکار یا مرید کہیں گے کہ اے کاش! ہم دوبارہ دنیا میں چلے جائیں جس طرح وہ ہم سے بیزار ہوئے اسی طرح ہم ان سے بیزار ہو جائیں گے۔"

انی بریٓء منک انی اخاف اللہ رب العالمین (سورۃ الحشر ۱۶)

ترجمہ: بلاشبہ میں تجھ سے بیزار ہوں۔ بلاشبہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا مالک ہے۔

قال الذین حق علیھم القول ربنا ھؤلاء الذین اغوینا اغوینٰھم کما غوینا تبرأنا الیک۔ ما کانوا ایانا یعبدون (سورۃ القصص آیت ۶۳)

ترجمہ: جن پر ہمارے عذاب کی خبر پوری ہو چکی ہو گی کہیں گے۔ اے ہمارے رب! یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے بہکایا تھا۔ ہم نے انہیں اسی طرح بہکایا تھا جس طرح ہم خود بہک گئے تھے آج ہم تیرے پاس اپنی گمراہی سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں یہ لوگ ہمارے عبادت گزار نہیں تھے۔

وَ اِذ قال ابراھیم لابیہ وقومہ اننی براء مما تعبدون

(سورۃ زخرف آیت ۲۶)

ترجمہ: جس وقت ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ میں یقیناً اس سے بیزار ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو۔

فان عصوک فقل انی بریٓ مما تعملون (سورۃ الشعراء آیت ۲۱۶)

ترجمہ۔ پھر اگر تمہاری نافرمانی کریں تو کہہ دو کہ میں تمہارے اعمال سے بیزار ہوں۔

وانا بری مما تجرمون (سورۃ ھود آیت ۳۵)

ترجمہ۔ حضرت محمدؐ نے اپنی قوم سے کہا جس گناہ میں تم مبتلا ہو میں اس سے بیزار ہوں گے۔

انی بریٓ مما تشرکون (سورۃ ھود آیت ۵۴)

ترجمہ۔ جس کو تم خدا کا شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں۔

انی بری منکم (سورۃ الانفال آیت ۴۸)

ترجمہ بے شک میں تم سے بیزار ہوں۔

واننی بری مما تشرکون (سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۹)

ترجمہ اور میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔

برأت کا مفہوم حدیث کی روشنی میں

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔

قال بعثنی ابو بکرؓ فی تلک الحجۃ فی مؤذنین بعثھم یوم النحر یؤذنون بمنی ان لا یحج بعد العام مشرک ولا یطوف بالبیت عریانا قال حمید ابن عبد الرحمٰن ثم اردف رسول اللہ ﷺ بعلی ابن ابی طالب وامرہ ان یؤذن ببراءۃ قال ابو ھریرۃ فاذن معنا علی یوم النحر فی اھل منی ببراءۃ ولا یحج بعد العام مشرک ولا یطوف بالبیت عریانا۔

(بخاری شریف تفسیر سورۃ براءۃ)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ابوبکر صدیقؓ نے (جب وہ امیر حج

تھے اعلان کرنے والوں کے ساتھ بھیجا کہ یوم النحر کو منیٰ میں اعلان کیا جائے۔ کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی شخص ننگا ہو کر خانۂ کعبہ کا طواف نہ کرے۔ حمید ابن عبد الرحمان کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ ابن ابی طالب کو روانہ فرمایا کہ کہ وہ براءت کا اعلان کریں حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے بھی ہمارے ساتھ یوم النحر کو منیٰ میں براءت کا اعلان کیا۔ اور یہی کہا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔

براءت اور علامہ قرطبیؒ۔

علامہ قرطبیؒ نے براءت کے موضوع پر لکھتے ہوئے کہا ہے کہ براءت کے معنی کسی چیز کو دل سے نکال دینا اور باہمی رابطہ کو منقطع کر دینا ہے۔

قرآن کریم کی متعدد آیات، فرمانِ رسولؐ اور محولہ بالا تفسیر کی اس وضاحت سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ کہ جس رات کو ہم مذہبی تہوار کے طور پر بڑی عقیدت و احترام کے ساتھ مناتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ دین کا حصہ ہے۔ اور ہمیں ثواب ملیگا۔ بالکل غلط ہے۔ اس حقیقت سے پردہ اٹھ گیا کہ علماء کرام اپنی کم علمی کی وجہ سے اس رات کے جو فضائل بیان کرتے ہیں ان کا دین سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس اٹل اور ابدی حقیقت کو فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ دین کا تعلق صرف اور صرف خداؐ اور اس کے رسول کی رضا سے ہے۔ قرآن کریم کی مزید وضاحت یوں کرتا ہے۔

مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (القرآن)

ترجمہ۔ خدا کا رسول جو کچھ تمہیں دے وہ لے لو اور جس سے تمہیں روکے اس سے رک جاؤ۔ ہم اس تفصیلی وضاحت کے بعد ان رسومات کی حقیقت بیان کرنا چاہتے ہیں جو اس رات میں منائی جاتی ہیں۔ یہ رسومات ہمیں اپنے آباؤ اجداد سے مذہبی وراثت میں ملی ہیں۔

قرآنِ کریم اس باب میں صراحت کرتا ہے کہ آباؤ اجداد کا دین اس حیثیت سے کہ اسے ہمارے آباؤ اجداد کرتے رہے ہیں صحت کی دلیل نہیں۔

قرآنِ کریم کہتا ہے۔

او آباء نا الاخوت الضالوت۔

ترجمہ:۔ کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ تمہارے آباؤ اجداد گمراہ ہوں۔

برادرانِ اسلام!

شعبان کی پندرہویں رات کو بالخصوص محافل قائم کرنا اجتماع منعقد کرنا چراغاں کرنا، آتش بازی چھوڑنا، اس رات کو بالخصوص فوت شدہ لوگوں کے لئے ہر قسم کے کھانوں پر ختم پڑھ کر لوگوں میں تقسیم کرنا یا کوئی دوسرا ایسا کام کرنا جو کتاب و سنت سے ثابت نہ ہو منع ہے۔ یہ امور رسولِ اکرمؐ اور آپؐ کے خلفائے راشدینؓ میں سے کسی نے نہیں اٹھائے اور نہ ہی ان کے کرنے کا حکم دیا ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا:

من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد (الحدیث)

ترجمہ:۔ جو شخص ہمارے دین میں کوئی نئی چیز پیدا کرتا ہے جو اس میں نہیں وہ قابلِ قبول نہیں۔

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین

ترجمہ:۔ میرے طریقے اور خلفائے راشدینؓ جو ہدایت یافتہ ہیں ان کے طریقے کو لازمی پکڑو۔

وشر الامور محدثاتھا وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار۔

ترجمہ:۔ سب سے بدتر چیز دین میں نئی بات کا اضافہ ہے اور ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہی کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ دین میں اضافہ یا کمی اللہ کے رسولؐ کے اور

سے [illegible] مستحسن اور ناپسندیدہ ہے۔

قرآن کریم اللہ کی کتاب ہے اور صحیح حدیث نبیؐ کی زبان ہے۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کتاب ہونے کی حیثیت سے اور صحیح حدیث نبی کریمؐ کی زبان ہونے کی حیثیت سے دین کے لیے ایک اساس ہے۔

دین کے ابتدائی اور بڑے [illegible] منابع میں سے یہ دو ماخذ انتہائی اہم ہیں جن سے ہم اپنا دامن نہیں چھڑا سکتے اگر یہ دو ماخذ چھوڑ دیں تو دین کی بنیادیں درہم برہم ہو جائیں گی خدا کے نبی کی حیثیت کو خود خدا نے اپنے قرآن کی زبان پر واضح کر دیا ہے۔

(۲) وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ (سورۃ النجم)

ترجمہ۔ خدا کا نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتا اور وہ جب بھی لب کشائی کرتا ہے تو وہ وحیٔ الٰہی ہوتی ہے۔

(۳) فلا وربک لا یومنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ (سورۃ النساء)

ترجمہ۔ تیرے رب کی قسم۔ یہ لوگ ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک یہ اپنے اختلافات میں آپ کو فیصل (جج) تسلیم نہیں کرتے پھر وہ اپنے دلوں میں کوئی کدورت محسوس نہ کریں اور آپ کے فیصلے کو خوش دلی سے قبول کریں۔

(۴) ماکان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا۔

(سورۃ احزاب)

ترجمہ! کسی مومن مرد اور مومن عورت کیلئے یہ مناسب نہیں کہ جب اللہ اور اس کے رسولؐ کوئی فیصلہ کر دیں تو وہ اپنے لیے اپنے کام میں اختیار باقی رکھیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرنے وہ کھلم کھلا گمراہی میں مبتلا ہے۔

(۵) انما کان قول المؤمنین اذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا واطعنا۔ واولٰئک ھم المفلحون۔ (سورۃ النور آیت ۵۱)

ترجمہ: مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ جب انہیں فیصلے کے لئے اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف بلایا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور فرمانبرداری کی یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا (النساء ۱۱۵)

ترجمہ: ہدایت واضح ہونے کے بعد جو شخص رسول اکرمؐ کی مخالفت کرتا ہے اور مومنوں کی راہ سے الگ راہ اختیار کرتا ہے ہم اسے اسی طرف موڑ دیں گے۔ جدھر وہ جاتا ہے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور یہ بہت بری جگہ ہے۔

فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم۔

ترجمہ: جو لوگ اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہئے کہ کہیں اس بات سے کہ وہ آزمائش میں مبتلا کر دیئے جائیں یا انہیں دردناک عذاب میں ڈال دیا جائے۔ قرآن کریم سورہ النساء میں ان لوگوں کا حال واضح طور پر بیان کرتا ہے جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں ایمان کا دعویٰ ہے کہ وہ قرآن کو اور اس سے پہلے (منزل من اللہ) کتب کو مانتے ہیں لیکن فیصلے کے وقت شیاطین کی طرف رجوع کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسولؐ سے دور بھاگتے ہیں۔

الم تر الی الذین یزعمون انھم آمنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ویرید الشیطان ان یضلھم ضلالا بعیدا۔ واذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللہ والی الرسول رایت المنافقین یصدون عنک صدودا (سورۃ النساء آیت ۶۰-۶۱)

کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا ہے۔ جن کا گمان ہے کہ وہ آپ پر اور آپ سے پہلے منزل من اللہ پر ایمان لائے ہیں ؟ (لیکن جب فیصلے کا وقت آتا ہے) تو وہ طاغوت سے فیصلہ چاہتے ہیں۔ جبکہ انہیں اس سے انکار کا حکم دیا گیا ہے شیطان تو چاہتا ہے۔ کہ وہ انہیں بہت دور کی گمراہی میں مبتلا کر دے۔ اور جب انہیں کہا جاتا ہے۔ کہ اسے تسلیم کرلو جو اللہ نے اتارا ہے اور رسولؐ کو بھی تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے کہ وہ آپ سے دور رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی زندگی میں دین کو مکمل فرما دیا ہے۔ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جب نبی نہیں آئے گا تو نیا دین ہو گا نہ ہی دین میں قطع برید چھانٹی ہوگی اللہ کا دین وہی ہو گا جو عین وعن نبی کریمؐ پر اترا جس کی تکمیل کا قرآن میں وعدہ کیا گیا۔

قرآن کریم کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

ترجمہ: آج کے دن تمہارے دین مکمل ہوا اور میری نعمت کی تکمیل ہوئی اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کیا۔

حدیث پاک کی روشنی میں

نبی کریمؐ نے ایسے شخص کی تحسین فرمائی ہے جس نے آپؐ کے فرمان کو من وعن تسلیم کر لیا ہے۔ حضرت ابی ہریرہؓ فرماتے ہیں۔

عن ابی ھریرۃؓ قال اتی اعرابی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال دلنی علی عمل اذا عملتہ دخلت الجنۃ قال تعبد اللہ ولا تشرک بہ شیئا وتقیم الصلوٰۃ المکتوبۃ وتؤدی الزکوٰۃ المفروضۃ وتصوم رمضان قال والذی نفسی بیدہ لا ازید علی ھذا شیئا ولا انقص منہ فلما ولی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان ینظر الی رجل من اھل الجنۃ فلینظر الی ھذا (مشکوٰۃ صفحہ ۱۲)

حضرت ابی ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ نبی علیہ السلام کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا مجھے ایسا عمل بتاؤ جو میں کروں اور جنت میں داخل ہو جاؤں آپ نے فرمایا اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور فرض نمازوں کو قائم کر اور فرض زکوٰۃ کو ادا کر اور رمضان کے روزے رکھ تو وہ اعرابی کہنے لگا کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اس میں کمی بیشی نہیں کروں گا۔ جب وہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا جو آدمی کسی جنتی کو دیکھنا چاہتا ہے تو وہ اس آدمی کو دیکھ لے۔

اس روایت میں حج کا ذکر نہیں ہے مگر نبی کریمؐ اسے جنت کی خوشخبری دے رہے ہیں۔ یہ خوشخبری اس جذبہ کے تحت دی جا رہی ہے کہ وہ شخص نبی کریمؐ کو ہی ہادیٔ برحق سمجھتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ آپ کا فرمان عین دین ہے اور جو آپ کا فرمان نہیں اس کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

آنحضورؐ بہترین نمونہ ہیں۔

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں سے اعلیٰ و افضل ہیں۔ آپ کا یہ کمال ہے کہ جو آپ کا کلمہ پڑھتا ہے وہ جنت میں جاتا ہے، حدیث شریف میں ہے۔

مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ

ترجمہ: جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کہہ دیا وہ جنت میں داخل ہوگا یہ ایک مسلم حقیقت ہے۔ کہ آپ کی موجودگی میں اگر سابقہ انبیاء میں سے کوئی اس دنیا میں تشریف لائے تو وہ آپ ہی کا کلمہ پڑھے گا پابند ہوگا۔ اس پر آپ ہی کی شریعت پر عمل کرنا واجب ہوگا۔ قیامت سے پہلے جب حضرت عیسیٰؑ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو وہ آپ ہی کا کلمہ پڑھیں گے۔ آپ کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کریں گے۔ اگر سابقہ انبیاء اپنی شریعت اور اپنی رسالت سے دستبردار ہو سکتے ہیں تو کسی اور کی کیا مجال ہے کہ وہ خدا کے آخری

کسی اور کو
نبی پر ترجیح دے اور اپنے آپ کو خاتم المرسلین سے زیادہ مسائل بتانے والا
ظاہر کرے اور یہ ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کرے کہ وہ لوگوں کو ثواب حاصل کرنے
کی ایسی باتیں بتاتا ہے جو خاتم المرسلین کو معلوم نہ تھیں (العیاذ باللہ)
ہمارے اس دعویٰ کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آنحضرت کے ایک لاکھ کئی ہزار
صحابہؓ، صحابیاتؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ میں سے کسی نے یہ رسوم ادا نہیں کیں۔
فقہ کے ائمہ میں سے امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اور
فقہ جعفریہ کے امام جعفر صادقؒ سے یہ رسومات ثابت نہیں اور پھر عجیب بات یہ ہے
کہ صوفیاء اور ولایت کے امام حضرت علیؓ جو علم کے دروازے ہیں جن کے بارے
میں آنحضرتؐ نے فرمایا۔

انا مدینۃ العلم وعلی بابھا

میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔

ان کی پوری تعلیمات میں ان رسومات کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا۔
سیدا شباب اہل الجنۃ۔ امام حسنؓ اور امام حسینؓ جو جنت کے جوانوں کے
سردار ہیں ان سے بھی یہ رسومات ثابت نہیں ہیں۔
یہ ہمارے وہ دلائل تھے جن میں بتانا مقصود تھا کہ شب برات کوئی مذہبی
تہوار نہیں ہے۔ اب ہم آن دلائل کا تجزیہ پیش کریں گے جو بالعموم علماء بڑی محنت،
جدوجہد اور کھینچا تانی سے شب برات کے جواز میں پیش کرکے اپنی تقاریر
میں رنگینیاں پیدا کرتے ہیں۔

شب برات کے دلائل اور ان کے جوابات:۔

پہلی دلیل :۔ شب برات اور اس کے فضائل میں پہلی دلیل قرآن کریم سے دی
جاتی ہے قرآن کریم سورۃ دخان میں فرماتا ہے
حٰم ۔ والکتب المبین۔ انا انزلنٰہ فی لیلۃ مبٰرکۃ انا کنا منذرین فیھا یفرق
کل امر حکیم۔ امرا من عندنا۔ انا کنا مرسلین۔ رحمۃ من ربک انہ ھو السمیع العلیم ٥

ترجمہ: قسم ہے کتاب مبین کی (یعنی قرآن کریم کی) بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا ہے۔ ہم بروقت خبردار کرنے والے ہیں۔ اس رات میں ہر اہم کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ ہر حکم ہماری جانب سے صادر ہوتا ہے۔ ہم خبر ہی بھیجنے والے ہیں۔ بیشک وہی سننے اور جاننے والا ہے۔

جو لوگ شعبان کی نصف شب کو شب برأت سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں موجود "لیلۃ مبارکہ" سے مراد شب برأت ہے۔ اس دعوے کے ثبوت کیلئے حضرت عکرمہ کا قول پیش کرتے ہیں جو حضرت ابن عباسؓ سے ہے۔

جواب:۔ قرآن کریم نے جو لفظ بولا ہے وہ لیلۃ مبارکہ ہے شب برأت نہیں۔ کیونکہ شب برأت کا لفظ قرآن میں موجود نہیں ہے۔

دوسری دلیل:۔ حضرت عکرمہ کا یہ قول کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں لیلۃ مبارکہ سے مراد شب برأت ہے ان لوگوں کی یہ بڑی مضبوط دلیل ہے۔

جواب:۔ سورۃ دخان کی ابتدائی آیات پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ ان میں نزول قرآن کا ذکر ہے کتاب مبین سے مراد قرآن کریم ہے۔

انزلناہ میں "ہ" کی ضمیر واحد غائب کا مرجع کتاب مبین یعنی قرآن کریم ہے۔

یعنی ہم نے اس قرآن کریم کو مبارک رات میں اتارا ہے۔

قرآن کریم کا تیسواں پارہ اور سورۃ القدر۔ الفاظ یوں ہیں۔

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ

ترجمہ: ہم نے اسے لیلۃ القدر میں اتارا ہے۔

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ

ترجمہ: ہم نے اس قرآن کو لیلۃ مبارکہ میں اتارا ہے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ لیلۃ القدر اور لیلۃ مبارکہ دو مختلف راتیں نہیں ہیں بلکہ ایک ہی رات کے دو مختلف نام ہیں اس کے ثبوت کیلئے ہم مفسرین کی آراء پیش کرتے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

مفسّرین کی آراء

۱۔ صاحب تفسیر روح المعانی سورۃ دخان کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ھی لیلۃ القدر علی ما روی عن ابن عباس وقتادہ وابن جبیر ومجاھد وابن زید والحسن وعلیہ اکثر المفسرین والظاھر معھم۔ وقال عکرمۃ وجماعۃ ھی لیلۃ النصف من شعبان۔

(روح المعانی صفحہ ۱۱۰ سورۃ دخان طبع بیروت)

(سورۃ دخان میں مذکور) لیلۃ مبارکہ سے مراد لیلۃ القدر ہی ہے یہی عقیدہ اکثر مفسرین کا ہے۔ جن کے نام یہ ہیں حضرت ابن عباسؓ، قتادہ، ابن جبیر، مجاہد، زید اور حسن بصری۔ جبکہ ظواہر بھی ان کے ساتھ ہیں لیکن عکرمہ اور ایک جماعت کا خیال ہے کہ یہ نصف شعبان کی رات ہے۔

۲۔ بقول علامہ الوسیؒ (صاحب تفسیر روح المعانی) اکثر علماء کے نزدیک لیلۃ مبارکہ سے مراد لیلۃ القدر ہے لیکن عکرمہ کے ساتھ چند لوگ ایسے ہیں جو اسے شعبان کی نصف رات بتاتے ہیں اب عکرمہ کے بارے میں دریافت کرنے کے لئے روح المعانی کو دیکھیں علامہ الوسیؒ سورۃ القدر کی تفسیر میں حضرت عکرمہ کے قول کو نقل کر کے کہتے ہیں۔

عن عکرمۃ انھا لیلۃ النصف من شعبان وھو قول شاذ غریب

(روح المعانی صفحہ ۱۹۰ سورۃ القدر)

ترجمہ: عکرمہ کا قول ہے کہ یہ نصف شعبان کی رات ہے لیکن یہ قول شاذ اور غریب ہے۔

۳۔ (ابن کثیر سورۃ البقرۃ جلد اول صفحہ ۲۱۶) میں لکھتے ہیں۔

قال اسرائیل عن السدی عن محمد ابن ابی المجالد عن مقسم عن ابن عباس انہ سأل عطیۃ ابن اسود فقال وقع فی قلبی الشک قولہ تعالیٰ شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن وقولہ (انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ)

وقوله انا انزلنه فی لیلۃ القدر وقد انزل فی شوال وفی ذی القعدۃ وفی ذالحجۃ وفی المحرم وصفر وربیع فقال ابن عباس انہ نزل فی رمضان فی لیلۃ القدر وفی لیلۃ مبارکۃ جملۃ واحدۃ ۔

ترجمہ :۔ اسرائیل عن السدی عن محمد بن مقسم عن ابن عباس ۔ عطیہ ابن اسود نے ابن عباس سے پوچھا کہ ان آیات میں مجھے شک ہے کہ وہ شوال میں ذیقعدہ میں ، ذالحجہ میں ، محرم میں ، صفر میں یا ربیع میں آئیں ۔ (وہ تین آیات ، میں جو اوپر ذکر ہوئیں) حضرت ابن عباس نے جواب دیا کہ (قرآن کریم) رمضان میں لیلۃ القدر اور برکت والی رات میں ایک ہی دفعہ نازل ہوا ۔

ابن کثیر کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس کے نزدیک لیلۃ القدر اور لیلۃ مبارکۃ ایک ہی رات کے دو نام ہیں ۔

۴۔ جلال الدین سیوطی کی در منثور کو دیکھئے موصوف سورۃ دخان کی تفسیر میں لکھتے ہیں ۔ اخرج ابن مردویہ عن ابن عباس فی قولہ انا انزلنہ فی لیلۃ مبارکۃ قال نزل القرآن فی لیلۃ القدر اخرج عبد الرزاق عبد ابن حمید عن قتادۃ ۔ انا انزلنہ فی لیلۃ مبارکۃ قال ھی لیلۃ القدر ۔

ترجمہ :۔ ابن مردویہ نے ابن عباس سے نقل کیا ۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن کریم لیلۃ القدر میں اتارا گیا ۔ عبد الرزاق اور عبد ابن حمید نے قتادہ سے بیان کیا ہے کہ سورہ دخان کی آیت انا انزلنہ فی لیلۃ مبارکۃ میں لیلۃ مبارکۃ سے مراد لیلۃ القدر ہی ہے ۔

۵۔ سورہ دخان کے ترجمہ میں شاہ رفیع الدین محدث دہلوی فرماتے ہیں ۔
حٰمٓ قسم ہے کتاب بیان کرنے والی کی تحقیق اتارا ہم نے اس قرآن کو بیچ رات برکت والی کے ۔

۶۔ اس ترجمے کے حاشیہ پر شاہ عبد القادر لکھتے ہیں ۔ رات برکت کی شب قدر ہے جیسے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر میں فرمایا ۔

۷۔ ابن کثیر سورہ دخان کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

یقول تعالیٰ مخبرا عن القرآن العظیم ۔ انہ انزلہ فی لیلۃ مبارکۃ وھی لیلۃ القدر کما قال انا انزلناہ فی لیلۃ القدر وکان ذالک فی شھر رمضان کما قال شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ومن قال انھا لیلۃ النصف من شعبان کما روی عن عکرمۃ فقد ابعد النجعۃ۔ فان نص القرآن انھا فی رمضان والحدیث الذی رواہ عبداللہ ابن صالح عن اللیث عن عقیل عن الزھری اخبرنی عثمان ابن محمد بن المغیرۃ بن الاخنس قال ان رسول اللہ قال تقطع الاجال من شعبان الی شعبان حتی ان الرجل ینکح ویولد لہ وقد اخرج اسمہ فی الموتی فھو حدیث مرسل ومثلہ لا یعارض بہ النصوص۔

(ابن کثیر سورہ دخان جلد چہارم صفحہ ۱۳۷)

ترجمہ :۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بیشک ہم نے اسے مبارک رات میں اتارا ہے (یہ مبارک رات) "لیلۃ القدر" ہے جیسے اللہ نے فرمایا ہم نے اسے (قرآن کریم) "قدر" کی رات میں اتارا اور یہ "قدر" کی رات رمضان کے مہینہ میں ہے جیسے قرآن کریم میں آتا ہے "شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن" یہ رمضان کا مہینہ ہی ہے جس میں ہم نے قرآن کریم کا نزول فرمایا لیکن جس نے اسے شعبان کی نصف رات کہا ہے جیسے عکرمہ نے تو وہ قائدہ سے دور چلا گیا کیونکہ قرآن جو کہ نص ہے اسے رمضان کا نزول بتا رہا ہے لیکن حدیث جسے عبداللہ ابن صالح نے روایت کیا ہے۔ اس نے لیث سے اس نے عقیل سے۔ اس نے زہری سے اور زہری نے کہا مجھے عثمان بن محمد بن المغیرہ بن الاخنس نے خبر دی کہ رسول اللہ نے فرمایا شعبان سے شعبان تک عمر کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک شخص نکاح کرتا ہے اس کا بیٹا ہوتا ہے جبکہ اس کا نام مردوں میں شامل کیا جاتا ہے

ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے اور اس طرح کی احادیث نص قرآن

کے سامنے قابل حجت نہیں۔

عبداللہ ابن صالح
آئمہ جرح وتعدیل کی نظر میں!

اس روایت کی بنیاد عبداللہ ابن صالح کے ہاتھ میں ہے کیونکہ لیث عقیل اور زہری کی عدالت پر سے ہمیں کوئی شک نہیں۔ لیکن عبداللہ ابن صالح کی عدالت مشکوک ہے۔

ہم ذیل میں ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال نقل کرتے ہیں۔ جو عبداللہ کی حیثیت کی وضاحت کریں گے۔

۱۔ ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ یہ ایک پاگل انسان تھا۔

۲۔ نسائی کہتے ہیں۔ لیس بثقة۔ ثقہ نہیں۔

۳۔ صالح جزرہ کہتے ہیں۔ کذاب۔ یہ جھوٹا ہے۔

۴۔ علی ابن مدینی کہتے ہیں۔ میں اس کی کوئی روایت قابل قبول نہیں سمجھتا۔

۵۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ وہ ابتداء میں اچھا آدمی تھا لیکن بعد میں اس نے غلط احادیث بیان کرنا شروع کر دی تھیں۔ (میزان الاعتدال جلد دوم صفحہ نمبر ۴۴۰)

اب ہم ذیل میں دور جدید کے دو اور مفسرین کی آراء پیش کرتے ہیں۔

۱۔ پیر کرم شاہ صاحب۔ ایم اے (الازہری) سورہ دخان میں مذکورہ "لیلۃ مبارکہ" کی تفسیر حاشیہ نمبر ۲ پر فرماتے ہیں: "ہم نے ہی اس کو نازل کیا ہے اور بڑی خیر وبرکت والی رات میں اس کو نازل کیا ہے۔ یہ کونسی رات تھی علماء کے اس میں دو قول ہیں۔

ابن عباس۔ قتادہ۔ اور اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ وہ لیلۃ القدر تھی کیونکہ سورہ قدر میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔

عکرمہ اور ایک جماعت کا خیال ہے کہ یہ پندرہ شعبان کی رات تھی لیکن صحیح پہلا قول ہے"!

(ضیاء القرآن جلد ۴، صفحہ نمبر ۴۴۲)

۲۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن میں سورۂ دخان کی تفسیر کرتے ہوئے لیلۃ مبارکہ کی تشریح میں حاشیہ نمبر۳ پر لکھتے ہیں۔ سورۃ القدر میں یہی مضمون اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

تنزل الملٰئکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر

اس رات ملائکہ اور جبریل اپنے رب کے اذن سے ہر طرح کا حکم لیکر اترتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے شاہی نظم ونسق میں یہ ایک ایسی رات ہے جس میں وہ افراد اور قوموں اور ملکوں کی قسمتوں کے فیصلے کر کے اپنے فرشتوں کے حوالے کر دیتا ہے اور پھر وہ انہیں فیصلوں کے مطابق عمل درآمد کرتے رہتے ہیں۔

بعض مفسرین کو جن میں حضرت عکرمہ سب سے نمایاں ہیں۔ یہ شبہ لاحق ہوا ہے کہ یہ نصف شعبان کی رات ہے کیونکہ بعض احادیث میں اسی رات کے متعلق یہ بات منقول ہوئی ہے۔ کہ اس میں قسمتوں کے فیصلے کیے جاتے ہیں۔ لیکن ابن عباسؓ، ابن عمر، مجاہد، قتادہ، حسن بصری، سعید ابن جبیر، ابن زید، ابو مالک، ضحاک اور دوسرے بہت سے مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ رمضان کی وہی رات ہے جسے لیلۃ القدر کہا گیا ہے۔ اس لئے قرآن مجید خود اس کی تصریح کر رہا ہے اور جہاں قرآن کی صراحت موجود ہو وہاں اخبار احاد کی بنا پر کوئی دوسری رائے نہیں قائم کی جا سکتی۔

ابن کثیر کہتے ہیں کہ عثمان ابن محمد کی جو روایت امام زہری نے شعبان سے شعبان تک قسمتوں کے فیصلے ہونے کے متعلق نقل کی ہے وہ ایک مرسل روایت ہے۔ اور ایسی روایات نصوص کے مقابلے میں نہیں لائی جا سکتی۔

قاضی ابوبکر ابن العربی کہتے ہیں کہ نصف شعبان کی رات کے متعلق کوئی حدیث قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کی فضیلت کے بارے میں۔ اور نہ اس امر میں کہ اس رات قسمتوں کے فیصلے ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کی طرف التفات نہیں کرنا چاہیئے۔

۳۔ تیسری دلیل :- نصف شعبان کی رات کی فضیلت اور اس کے فضائل بیان کرنے والوں کی تیسری دلیل حضرت عکرمہ کی ایک روایت ہے۔ جو ابن عباسؓ

سے منسوب ہے۔

عن عکرمہ عن ابن عباس فیھا یفرق کل امر حکیم قال لیلۃ النصف من شعبان یبین فیھا اسماء الموتی ویشخ فیھا الحاج فلا یزاد فیھم ولا ینقص۔

(میزان الاعتدال جلد نمبر ۴ صفحہ نمبر ۲۵۵)

ترجمہ:۔ عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ "فیھا یفرق کل امر حکیم" سے مراد نصف شعبان کی رات ہے۔ اس میں مردوں کے نام بیان کئے جاتے ہیں حاجیوں کے نام مٹائے جاتے ہیں اور اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی جاتی۔

جواب:۔ حضرت عکرمہ کے بیشمار شاگردوں میں ایک شاگرد کا نام النضر بن اسماعیل ہے اس کی کنیت ابو المغیرہ ہے ۱۸۲ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

حضرت ابن عباسؓ سے اس روایت کو عکرمہ کے اسی شاگرد نے نقل کیا ہے جبکہ عکرمہ کے اور بھی شاگرد ہیں جنہوں نے اس قول کو نقل نہیں کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ نضر بن اسماعیل ائمہ جرح و تعدیل کے نزدیک مشکوک ہے، ہم ذیل میں مختلف ائمہ کے اقوال نقل کرتے ہیں جو نضر کی حیثیت کو واضح کر دیں گے

۱۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ نضر بن اسماعیل بہت غلطیاں کرتا ہے اور اس کی روایات چھوڑ دی گئی ہیں۔

۲۔ نسائی، ابو زرعہ کہتے ہیں "لیس بقوی" یعنی یہ قوی نہیں ہے۔

۳۔ یحییٰ ابن سعید قطان کہتے ہیں "لا شئی" یعنی کچھ نہیں

(میزان جلد ۴ صفحہ ۲۵۵)

۴۔ نسائی نے کتاب الضعفاء میں نضر کے بارے میں لکھا ہے "لیس بقوی" یہ قوی نہیں ہے۔ (کتاب الضعفاء للنسائی صفحہ ۱۰۲)



حضرت ابن عباس کا اصل قول

اب ہم ذیل میں ابن عباس کا اصل قول جسے قرطبی نے بیان کیا ہے نقل کرتے ہیں۔
قوله تعالىٰ فيها يفرق كل امر حكيم - قال ابن عباس يحكم الله امر الدنيا
الى قابل فى ليلة القدر ما كان من حياة او موت او رزق -

(قرطبی تفسیر سورۃ دخان)

ترجمہ! اللہ تعالیٰ کا فرمان "فیہا یفرق کل امر حکیم" ابن عباس نے فرمایا
کہ اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر میں آئندہ سال تک تمام دنیاوی امور کا حکم دیتا ہے۔ خواہ
زندگی ہو یا موت یا رزق (حوالہ کے لئے دیکھیں روح المعانی " تفسیر سورۃ دخان صفحہ ۱۱۳
طبع بیروت) ابن کثیر تفسیر سورۃ البقرہ جلد اول صفحہ نمبر ۲۱۶)

چوتھی دلیل :۔

چوتھی دلیل جو دی جاتی ہے، وہ ابن ماجہ اور بیہقی کی روایت ہے جسے حضرت علیؓ
سے منسوب کیا گیا ہے۔ روح المعانی کے حوالے سے پیر کرم شاہ صاحب نے اسے
نصف شعبان کے فضائل کے لئے نقل کیا ہے۔ انہوں نے ثابت کرنے کی کوشش کی
ہے کہ یہ رات بہت برکتوں والی ہے اور ساتھ ہی بیہقی کی یہ روایت نقل کی ہے۔
عجیب اتفاق ہے کہ بیہقی کی روایت نقل کر کے شاہ صاحب نے خاموشی
اختیار کر لی ہے۔ لیکن خود بیہقی نے یہ روایت نقل کر کے جو اعتراض وارد کیا ہے
اسے عمداً چھوڑ دیا ہے۔ لیکن ہم اسے مندرجہ ذیل سطور میں سپرد قلم کرتے ہیں۔
سر دست ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ خود پیر صاحب نے سورۃ دخان کی تشریح میں یہ
ثابت کر دیا ہے کہ قرآن سے نصف شعبان کی رات کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔ وہ خود
لکھتے ہیں "لیلۃ مبارکۃ" سے مراد "لیلۃ القدر" ہی ہے (حوالہ کے لئے ضیاء القرآن
جلد نمبر ۴ صفحہ ۴۲۲)

یقیناً پیر صاحب نے ایک ہی بات کی یک وقت تردید بھی کی ہے اور تصدیق بھی۔
۵۔ روایت کیا ہے جسے حضرت علیؓ سے منسوب کیا گیا ہے؟
بیہقی نے شعب الایمان میں اسے یوں نقل کیا ہے۔

عن علی کرم اللہ وجہہ قال قال رسول اللہ اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلھا وصوموا نہارھا فان اللہ تعالیٰ ینزل فیھا لغروب الشمس الی السماء الدنیا فیقول الا من مستغفر فاغفر لہ الا من مسترزق فارزقہ الا مبتلی فاعافیہ الا کذا الا کذا حتی یطلع الفجر

(تفسیر روح المعانی سورۃ دخان صفحہ ۱۱۱)

ترجمہ:۔ رسول کریم نے فرمایا کہ جب شعبان کی پندرہویں رات ہو تو رات کو جاگا کرو اور دن کو روزہ رکھو۔ جب سورج غروب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ ہے کوئی مغفرت کا طالب! تاکہ میں اسے بخش دوں۔ ہے کوئی رزق کا طالب تاکہ میں اسے رزق دوں۔ ہے کوئی مصیبت زدہ تاکہ میں اسے نجات دوں۔ یہ اعلان طلوع فجر تک جاری رہتا ہے۔

جواب! امام بیہقیؒ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے "یہ روایت موضوع اور منکر ہے"۔

امام بیہقی کے اس قول نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ پیر کرم شاہ صاحب نے شب برات کے ثبوت کیلئے جو عمارت کھڑی کی تھی۔ اسکی بنیاد کمزور ہے۔

۲۔ اس روایت کو ابن ماجہ نے بھی نقل کیا ہے۔ ابن ماجہ کی اس روایت میں ابوبکر ابن عبداللہ ایک راوی ہے جو مشکوک ہے۔ ہم ذیل میں مختلف اقوال نقل کرتے ہیں جو ابوبکر بن عبداللہ کی حیثیت کو نمایاں کرنے میں اہم رول ادا کریں گے۔

۱۔ امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ یہ شخص سنی سنائی باتوں پر یقین رکھتا ہے اور حدیثیں گھڑتا ہے۔

۲۔ یحییٰ ابن معین کہتے ہیں یہ حدیثیں گھڑنے میں مشہور ہے۔

۳۔ یہ روایت ابن ماجہ کی موضوعات میں شمار ہوتی ہے

۴۔ ابن عدی کامل میں کہتے ہیں کہ یہ روایت منکر ہے اور اسکی وجہ ابوبکر ہے

۵۔ ذھبی میزان میں ابن عدی سے متفق دکھائی دیتے ہیں۔

۶۔ یحییٰ ابن معین کہتے ہیں کہ ابوبکر کچھ نہیں۔

۷۔ نسائی کہتے ہیں یہ متروک الحدیث ہے۔

۸۔ بخاری کہتے ہیں یہ ضعیف ہے۔

۹۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں۔ یہ واضع الحدیث ہے۔

۱۰۔ مولانا عبدالرحمان مبارک پوری تحفۃ الاحوذی میں فرماتے ہیں کہ یہ احادیث گھڑا کرتا تھا اس لئے یہ موضوع حدیث کے درجے تک ہے۔

یہ تو آئمہ جرح وتعدیل کی آراء تھیں جن سے ثابت ہوا کہ یہ روایت قابل قبول نہیں۔ اس بحث سے قطع نظر روایت کے الفاظ محلِ نظر ہیں۔ جسے ہم سلسلہ وار نقل کرتے ہیں۔

۱۔ جو مضمون اس روایت میں ہے اس سے ملتا جلتا مضمون صحیح بخاری اور ابن ماجہ میں بھی مذکور ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

" ینزل ربنا تبارک وتعالیٰ کل لیلۃ الی السماءِ الدنیا حین یبقیٰ ثلث اللیل الاخر یقول من یدعونی فاستجب لہٗ۔ من لیسئلنی فاعطیہ من یستغفرنی فاغفرہ۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف سے یہ عام معافی کا اعلان کسی خاص رات کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں نے اس اعلان عام کو شب قدر کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور اکثر صحابہ رض اور آئمہ نے اس پر اتفاق کیا ہے۔ لیکن ہمارے لئے عبداللہ بن مسعود رض کا قول ایک دلیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب انہوں نے کہا۔

اِنھا تدور فی السنۃ کلھا۔ یہ رات پورے سال میں گھومتی رہتی ہے

۲۔ بخاری کی اس روایت میں رات کی آخری تہائی میں اللہ تعالیٰ کا نزول ہوتا ہے۔ اس روایت کو بخاری اور ابنِ ماجہ کے علاوہ امام مسلم نے بھی نقل کیا ہے جبکہ بیہقی کے الفاظ ہیں۔

فان اللہ ینزل فیھا لغروب الشمس الی السماءِ الدنیا۔

کہ اللہ تعالیٰ سورج کے غروب ہوتے ہی آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے۔

قطع نظر اس کے کہ بیہقی نے خود ہی اِس روایت کو موضوع اور منکر کہہ دیا ہے۔ علماء کا اتفاق ہے کہ بخاری اور مسلم کو تمام کتب احادیث پر صحت کے لحاظ سے فوقیت ہے لہٰذا جب بخاری و مسلم کی روایت سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ آخری تہائی رات میں آسمانِ دنیا پر جلوہ افروز ہوتا ہے۔ تو بیہقی کا یہ کہنا کہ غروب آفتاب کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر جلوہ افروز ہوکر اعلانِ عام فرماتا ہے ۔ غلط ہے۔

جب روایت کا ایک حصہ غلط ثابت ہوگیا تو روایت خود بخود قابلِ عمل نہ رہی۔

۳۔ بخاری مسلم اور ابنِ ماجہ سمیت مذکورہ روایت میں اللہ کے نزولِ "الی السماء" کا تذکرہ ہے۔

علماء کیلئے یہ سوال ایک چیلنج ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ پہلے آسمان پر نزول سے قبل وہاں موجود نہیں تھا؟ گویا پہلا آسمان اللہ کی موجودگی سے خالی تھا۔ اور جب پہلے آسمان پر جلوہ افروز ہوا تو کیا وہ دوسرے مقامات پر بھی ہوتا ہے یا نہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ جسم رکھتا ہے؟ جسے چھوا جاسکے؟ اگر جسم رکھتا ہے تو کیا ایک جسم ہر جگہ پر ایک ہی وقت میں رہ سکتا ہے؟

علماء کے سامنے یہ سوال بھی ہے کہ کیا یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ پھول کی پتی اور اس کی خوشبو میں موجود ہے۔ وہ سورج کی کرنوں میں سمندر کے تلاطم اور بپھری ہوئی موجوں، اور اس کی گہرائی میں وہ دریا کی سرکشی طغیانی اور پہاڑوں

کی چوٹیوں اور آسمانوں کی بلندیوں میں ایک ہی وقت میں موجود ہے۔ یا وہ ہر وقت کائنات کے ہر ذرہ میں موجود رہتا ہے اسے کہیں سے آنے کی ضرورت نہیں۔

آنا وہی ہے جو جاتا ہو اور جو جاتا نہ ہو وہ آتا تو نہیں۔

از راہِ کرم علماء کرام یہ بھی بتائیں کہ کیا اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے یا نہیں! اگر وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے تو پہلے آسمان پر آنے سے قبل وہ کہاں تھا؟ جب وہ پہلے آسمان پر آیا تو کہاں سے آیا؟ اور پھر جہاں سے آیا وہاں اپنی جگہ کیسے چھوڑ کر آیا؟ قرآنِ کریم تو کہتا ہے۔

ما یکون من نجوی ثلثۃٍ الا ھو رابعھم ولا خمسۃٍ الا ھو سادسھم ولا ادنیٰ من ذالک ولا اکثر الا ھو معھم این ما کانوا (سورۂ مجادلہ آیت نمبر ۷)

ترجمہ:۔ تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی نہیں ہوتی۔ مگر خدا ان میں چوتھا ہوتا ہے اگر پانچ ہوں تو چھٹا خدا ہوتا ہے۔ کم ہوں یا زیادہ خدا ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ خواہ وہ کہیں بھی ہوں — دوسری آیت۔

نحن اقرب الیہ من حبل الورید (القرآن)

ترجمہ:۔ ہم شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

خدا تعالیٰ کی اس قوتِ قاہرہ، ثابتہ اور موجودہ سے یہ ثابت ہوا کہ اس کا آسمانِ دنیا پر طلوعِ سحر یا بعد از غروبِ آفتاب آسمانِ دنیا پر نزول محلِ نظر ہے۔ اور یہی چیز روایت کو تسلیم کرنے میں رکاوٹ ہے۔

پانچویں دلیل:۔

لیلۃ مبارکۃ سے شعبان کی پندرہ تاریخ مراد لینے والوں کے لئے سب سے بڑی دلیل امام ترمذی کی ایک روایت ہے جسے امام موصوف نے ترمذی شریف میں نقل کیا ہے۔

امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ یوں رقمطراز ہیں۔

عن عائشۃؓ قالت فقدت رسول اللہ ذات لیلۃ فخرجت اطلبہ

فَاِذَا هُوَ بِالْبَقِيْعِ رَافِعًا رَأْسَهُ اِلَى السَّمَآءِ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اَكُنْتِ تَخَافِيْنَ اَنْ يَحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَرَسُوْلُهُ قلت وَمَا بِيْ مِنْ ذَالِكَ وَلٰكِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنَّكَ اَتَيْتَ بَعْضَ نِسَائِكَ ۔ فقال ان اللہ عزوجل ینزل لیلۃ النصف من شعبان الی السماء الدنیا فیغفرلا کثر من عددِ شعرِغنم کلبٍ ۔

(بحوالہ تفسیر روح المعانی سورہ دخان صفحہ ۱۱۱ طبع بیروت)

ترجمہ :- حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک رات آنحضرت ؐ کو موجود نہ پایا تو آپ کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی۔ اچانک میں نے دیکھا کہ آپ بقیع میں اپنے سر کو آسمان کی طرف بلند کئے ہوئے ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا اے عائشہ کیا تجھے ڈر ہوا۔ کہ اللہ اور اس کا رسول تیرے ساتھ زیادتی کرے گا۔ میں نے عرض کی ایسی کوئی بات نہیں بلکہ میرا خیال تھا کہ آپ اپنی کسی اور عورت کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات آسمان دنیا پر جلوہ گر ہوتا ہے۔ اور بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی بخشش کرتا ہے۔

جواب :- اس روایت کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے ہم اس روایت کو اس کے اپنے راوی پر چھوڑتے ہیں۔ امام ترمذی خود بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے محمد ابن اسماعیل بخاری سے سنا۔ اور وہ اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں۔

وجوہاتِ ضعف :-

۱- یہ روایت حجاج بن ارطاۃ عن یحیٰی ابن کثیر عن عروہ منقول ہے۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ حجاج نے یحیٰی اور عروہ سے اپنی زندگی میں ملاقات نہیں کی ایسی روایت کو محدثین نے قابلِ قبول نہیں سمجھا۔

۲- حجاج اور یحیٰی کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اپنے استاد کا نام ذکر نہیں کرتے بلکہ عن فلاں سے روایت کرتے ہیں۔ ایسے راوی کو مدلس کہتے ہیں۔ تدلیس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ راوی کے نزدیک اس کا اپنا استاد مشکوک کردار کا

حامل ہے جیسے وہ لوگوں کے سامنے لانا نہیں چاہتا تھا۔ ایک شاگرد کا بلا وجہ کر اپنے استاد کے نام کو چھپانا، روایت کے ضعف کی علامت ہے۔

۳۔ اس روایت میں بقیع کا واقعہ اور حضرت عائشہؓ کے تعاقب کا ذکر کیا گیا ہے۔ جبکہ موطا امام مالک اور سنن نسائی میں حضرت عائشہؓ کا قول نقل ہوا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "رسول اللہ ایک رات اُٹھے، اپنے کپڑے پہنے اور باہر تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہؓ نے اپنی جاریہ بریرۃؓ کو آپؐ کے تعاقب میں روانہ کیا۔ وہ آپؐ کے تعاقب میں گئیں حتیٰ کہ آپ بقیع میں پہنچے اور اس کے قریب والے کنارے پر کھڑے ہو گئے جب تک اللہ نے چاہا کھڑے رہے۔ پھر واپس لوٹے۔ بریرۃؓ پہلے پہنچ گئیں اس نے مجھے اطلاع دی۔ میں نے صبح تک آپؐ سے کوئی ذکر نہیں کیا۔ صبح کے بعد میں نے آپؐ سے ذکر کیا، آپؐ نے فرمایا کہ مجھے اہل البقیع کی جانب روانہ کیا گیا تھا تاکہ میں ان کے لئے دعا مغفرت کروں۔

یہ دونوں روایات ناظرین کے سامنے ہیں، ہم ان کا تقابل پیش کرتے ہیں:

۱۔ ان دونوں روایات میں تضاد موجود ہے۔ کیونکہ پہلی روایت میں حضرت عائشہؓ حضور اکرمؐ کا تعاقب کرتی ہیں جبکہ دوسری روایت میں حضرت بریرۃؓ آنحضرتؐ کا تعاقب کرتی ہیں۔

۲۔ پہلی روایت میں آنحضرتؐ کا سر آسمان کی طرف اُٹھا ہوا ہے۔ جبکہ دوسری روایت اس تذکرہ سے خالی ہے۔

۳۔ پہلی روایت میں رات کے وقت، بقیع میں، فضائل نصف شعبان کا ذکر ہے۔ جبکہ دوسری روایت میں بعد از صبح سوال و جواب کا ذکر ہے۔

۴۔ پہلی روایت میں بنو کلب کی بکریوں کے حوالے سے فضائل کا ذکر ہے جبکہ دوسری روایت میں صرف مغفرت کا ذکر ہے۔

۵۔ روایات کا یہ تضاد بتاتا ہے کہ یہ تمام کی تمام من گھڑت کہانی ہے۔

۴۔ امام ترمذیؒ کی اس روایت میں جسے حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے خدا کے آخری نبی اور اپنے پیارے شوہر کے منصفانہ کردار پر شک کیا ہے۔ کہ وہ حضرت عائشہؓ کے حصے کی رات کو اپنی کسی اور بیوی کو دینا چاہتے ہیں۔

قرآن کی روشنی میں آنحضرتؐ کا عدل وانصاف مثالی تھا۔ قرآن کریم کہتا ہے

لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ۔ (القرآن)

ترجمہ:۔ بلاشبہ رسول اللہ کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

اس نمونے کی وضاحت حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر کون کر سکتا ہے۔ اگر حضرت عائشہؓ جو آپؐ کی سب سے زیادہ ذہین اور پڑھی لکھی بیوی تھیں کو آپؐ کے انصاف پر شک ہے تو آپؐ کی گھریلو اور عائلی زندگی مسلمانوں کے لئے کس طرح نمونہ بن سکتی ہے؟

یوں امام ترمذی کی یہ روایت قرآن سے متعارض ہے اس لئے قابلِ قبول نہیں۔

۵۔ اگر اس روایت کو درست تسلیم کر لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ اس رات میں انفرادی طور پر قبرستان جانا تو ثابت ہوتا ہے لیکن نوافل پڑھنا، کھانے پینے کا اہتمام کرنا، آتش بازی اور چراغاں کرنا قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔

۶۔ اس روایت میں ذکر ہے کہ آنحضرت خاموشی سے اٹھ کر قبرستان چلے گئے۔ آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو اس نیکی میں شامل ہونے کی ترغیب نہیں دی کہ وہ بھی ان کے ساتھ بقیع جائیں اور نصف شعبان کی اس رات کے فوائد حاصل کریں۔ معلوم ہوا کہ یہ روایت کسی صورت بھی صحیح نہیں جس پر عمل کر کے دُنیا اور عقبیٰ میں کامیابی کی امید کی جا سکے۔

۷۔ یہ روایت تو اس طرح کی دوسری روایات جس میں بخاری، مسلم، ابن ماجہ اور نسائی کی مستند روایات بھی شامل ہیں، میں جو چیز سب سے زیادہ آمادۂ تسلیم ہے وہ چند واعظین کی یہ تفسیر ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے آسمان دُنیا پر نزول کو

درست ثابت کرنے کے لیے کرتے ہیں۔

آسمان دنیا پر خدا کے نزول کی تعبیر یہ کی جاتی ہیں کہ اس سے مراد رحمت الٰہی ہے۔ یا یہ کہ خدا کا نزول خدا کی شان کے مطابق ہے۔ جہاں تک اللہ کی رحمت کا تعلق ہے وہ تو ہر جگہ ہر وقت۔ ہر آن موجود رہتی ہے۔ اس کی رحمت کا دریا تو موجیں مار رہا ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں۔ راہ دکھلائیں کسے راہ رو منزل ہی نہیں

اس کے در سے تو کفار بھی خالی ہاتھ نہیں لوٹتے۔ اللہ کے نیک بندوں پر اسکی خصوصی رحمتیں ہوتی ہیں۔ انبیاء پر اولیاء پر شہداء پر رحمت باری ہر وقت ضوفشاں رہتی ہے۔ قرآن کریم میں یوں آتا ہے۔

من یطع اللّٰہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللّٰہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا۔ (سورۃ النساء آیت ۶۹)

ترجمہ: جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے۔ وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ کا انعام ہوا۔ جن پر اللہ کا انعام ہوا، وہ انبیاء ہیں۔ صدیق ہیں، شہداء ہیں اور نیک لوگ ہیں۔ ان لوگوں کی رفاقت بہت اچھی ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے لیے سو رحمتیں ہیں۔ اللہ نے ان میں سے ایک رحمت اتاری۔ جو جن وانس، چار پائے اور زہریلے جانوروں کے درمیان تقسیم ہے۔ ایسی رحمت کے سبب وہ آپس میں محبت کرتے ہیں۔ وہ اس کی وجہ سے آپس میں رحم کرتے ہیں۔ اس رحم کے سبب وحشی جانور اپنے بچے پر مہربانی کرتا ہے۔ اللہ نے ننانوے رحمتیں آخرت کے لیے رکھی ہوئی ہیں۔ جو وہ قیامت کے دن اپنے بندوں پر کرے گا۔

(بخاری مسلم بحوالہ مشکوٰۃ باب فی وسعت رحمتہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

(بحوالہ بخاری مسلم)

زیر بحث روایات میں نزولِ الٰہی سے مراد " نزولِ رحمتِ الٰہی " لیا جاتا ہے۔
لیکن ایک سوال ابھی تک باقی ہے جس کا آئمہ کرام اور علمائے عظام نے ابھی تک جواب نہیں دیا۔ اور جو دورِ حاضر کے علماء کے لئے ایک چیلنج ہے وہ یہ کہ خدا کی رحمت عرشِ معلیٰ سے چلتی ہے اور آسمان دنیا پر آکر رک جاتی ہے۔ لوگوں کو پکارتی ہے۔ لوگوں کیلئے عام معافی کا اعلان کرتی ہے اور کہتی ہے کہ ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا ؟ تاکہ میں اسے بخش دوں۔

سوال یہ ہے کہ رحمت الٰہی پہلے آسمان پر آکر کیوں رک جاتی ہے ؟ کیا پہلے آسمان پر انسان بستے ہیں ؟ خدا کی رحمت کے زیادہ مستحق تو جن و انس ہیں۔ نہ کہ فرشتے۔ خدا کی یہ رحمت لامتناہی فاصلوں سے زمین پر بسنے والے انسانوں کو کیوں پکارتی ہے ؟ کیا یہ رحمت آگے بڑھ کر زمین پر نہیں آسکتی ؟ یا جیسے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ " خدا اپنی شان کے مطابق آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے " خدا کی یہ شان زمین کی طرف کیوں نہیں بڑھتی ؟ کیا کوئی شخص اس رکاوٹ کی وجہ بیان کر سکتا ہے ؟ کیا کوئی حائل کسی رکاوٹ کا ذکر کر سکتا ہے ؟

اگر یہ کہا جائے کہ خدا آسمان دنیا سے پکارنے پر قادر ہے تو سوال یہ ہے کہ کیا وہ عرشِ معلیٰ سے آواز نہیں دے سکتا ؟

اگر یہ کہا جائے کہ آسمان دنیا کا ذکر محض انسانوں کی ترغیب کیلئے ہے تاکہ وہ تہجد کے وقت نوافل و عبادات میں معروف ہو جائیں اور علی الصبح کی برکات کو اپنے دامن میں سمیٹ لیں تو یہ بات جی کو لگتی ہے کیونکہ نمازِ تہجد کی بہت برکات ہیں۔ یہی ہمارا مدعیٰ ہے۔

اس کی دلیل آنحضرت ؐ کی ایک حدیث ہے۔ جسے بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے۔

حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔

ہمارا پروردگار ہر رات آسمان دنیا کی جانب نزول فرماتا ہے جبکہ تہائی رات

باقی رہ جاتی ہے اور فرماتا ہے۔ کون ہے جو مجھے پکارے تاکہ میں اس کی دعا قبول کروں ؟ جو مجھے سوال کرے میں اسے عطا کروں۔
کون ہے جو مجھ سے استغفار کرے تاکہ میں اس کی مغفرت کروں۔
اس روایت میں سورج کے غروب ہونے سے لیکر طلوع سحر تک نزول الٰہی کا ذکر نہیں ہے جیسا کہ باقی موضوع روایات میں آتا ہے۔ بلکہ رات کی آخری تہائی کا ذکر ہے اور یہ وقت نماز تہجد کا ہے۔
ہماری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا کا نزول آسمان دنیا پر خصوصیت کے ساتھ بے معنی ہے اور یہ بھی بے معنی سی بات ہے کہ اس سے مراد رحمت الٰہی کا نزول ہے۔ یا خدا کا اپنی شان کے مطابق نزول ہوتا ہے بلکہ یہ محض نماز تہجد کی برکات کے حصول کی ترغیب ہے۔ جس کے حصول کی کوشش تمام مسلمانوں کے لئے باعث رحمت ہے۔ نیز جن روایات میں شب برات کے فضائل کا تذکرہ ہے وہ قابل حجت نہیں

شب برات محدثین اور محققین کی نظر میں

۱۔ فی المختصر حدیث صلوٰۃ نصف شعبان باطل ولابن حبان (وابن ماجہ) من حدیث علی اذا کان لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلہا وصوموا نہارہا ضعیف۔
ترجمہ: مختصر میں لکھا ہے کہ نصف شعبان کی نمازوں کے بارے میں جتنی روایات ہیں سب باطل ہیں۔ اور ابن حبان اور (ابن ماجہ) کی یہ روایت کہ جب نصف شعبان کی شب ہو تو رات میں قیام کرو۔ اور دن میں روزہ رکھو۔ یہ ضعیف ہے۔
۲۔ وعند احمد بن حنبل وابن معین وابن الجوزی موضوع۔
ترجمہ: امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اور ابن جوزی کے نزدیک یہ موضوع ہے

۳- وفی اللآلی مائۃ رکعۃ فی نصف بالاخلاص عشر مرات مع طول فضلہ للدیلمی وغیرہ موضوع -

ترجمہ:- لآلی میں ہے کہ نصف شعبان میں سو رکعت نماز اور ہر رکعت میں دس بار سورۂ اخلاص والی روایت دیلمی کے نزدیک موضوع ہے۔

۴- وفی الذیل حدیث ابی بن کعب ان جبریل اتانی لیلۃ النصف من شعبان قال قم فصل الی ان قال تفتح فیھا ابواب السماء وابواب الرحمۃ ثلاث مائۃ باب الی الصبح فیغفر لجمیع من لا یشرک باللہ او غیر مشاحن او دعاشرا ومدمن خمر او مصر علی الزنا الی ان قال فخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی البقیع وسجد وتعوذ الخ بطولہ لم یبین حالہ واصل الحدیث بلا طول للترمذی ۔ وفی بعض الرسائل قال علی بن ابراہیم مما احدث فی لیلۃ النصف الصلوٰۃ الالفیۃ مائۃ رکعۃ بالاخلاص عشرا بالجماعۃ واھتموا بھا اکثر من الجمع والاعیاد ولم یات بھا خبر ولا اثر الا ضعیف او موضوع -

ترجمہ:- ذیل میں لکھا ہے کہ ابی بن کعب کا نصف شعبان والی حدیث کہ جبریل میرے پاس آئے اور کہا اٹھ نماز پڑھ۔ کیونکہ اس رات میں آسمانوں اور رحمت کے تین سو دروازے کھولے جاتے ہیں۔ پھر ہر اس شخص کی مغفرت کی جاتی ہے جو اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو۔ کینہ نہ رکھتا ہو۔ ٹیکس نہ لیتا ہو۔ عادی شرابی نہ ہو۔ اور زنا پہ مصر نہ ہو۔ پھر آپ بقیع تشریف لے گئے اور وہاں جا کر سجدہ کیا۔ اس روایت کا حال کسی کتاب میں نہیں ملتا۔ بقیع جانے کی روایت مختصر طور پر ترمذی میں ہے۔ بعض رسائل میں آتا ہے کہ علی بن ابراہیم کا قول ہے۔ کہ نصف شعبان کی رات میں یہ بدعت ایجاد کی گئی ہے کہ سو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے۔ ہر رکعت میں دس بار سورۃ اخلاص پڑھی جاتی ہے اور یہ نماز جماعت سے پڑھی جاتی ہے۔ اس کا اہتمام عید اور جمعہ سے زیادہ کرتے

ہیں۔ اس سلسلہ میں کوئی حدیث یا اثر ملتا ہے وہ ضعیف یا موضوع ہے۔

۵۔ وقال زید بن اسلم ما ادرکنا احدا من مشائخنا وفقہاء نا یلتفتون الی لیلۃ البراءۃ وفضلہا علی غیرھا۔

ترجمہ:۔ زید بن اسلم فرماتے ہیں ہم نے اپنے اساتذہ اور اپنے دور کے فقہا میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ "لیلۃ البراۃ" کی جانب کوئی توجہ دیتے یا اسے دیگر راتوں پر فضیلت دیتے ہوں۔

۶۔ وقال ابن دحیۃ احادیث صلاۃ البراءۃ موضوعۃ وواحد منقطوع ومن عمل بخبر صحیح انہ کذب فھو من خدم الشیطان۔

ابن دحیہ کہتے ہیں شب براءت کی نمازوں کے بارے میں جتنی روایات ہیں سب موضوع ہیں۔ ان میں سے ایک روایت منقطع ہے اور جو شخص ان روایات کو صحیح سمجھ کر عمل کرے وہ جھوٹ بولتا ہے اور وہ شیطان کا خادم ہے۔

(تذکرۃ الموضوعات)

۷۔ ومنھا احادیث صلوات الایام واللیالی کصلاۃ یوم الاحد ولیلۃ الاحد ویوم الاثنین ولیلۃ الاثنین الی اخر الاسبوع کل احادیثھا کذب و امثلھا ما رواہ عبد الرحمن بن مندۃ وھو صدوق وعن ابن جھضم وھو واضع الحدیث۔

ترجمہ:۔ ان موضوع روایات میں سے ہر دن اور ہر رات کی نمازیں بھی ہیں جیسے "اتوار کی شب کی نماز" "پیر کی شب کی نماز" اور اس طرح پورے ہفتہ کی نمازیں اور یہ روایت بھی موضوع ہے جسے ابن مندہ نے روایت کیا ہے۔ (جو خود تو سچے تھے) ابن جھضم سے جو واضع الحدیث تھا۔ (حدیثیں وضع کیا کرتا تھا)

۸۔ رجب شھر اللہ وشعبان شھری ورمضان شھر امتی الحدیث وفیہ لا تغفلوا عن اول جمعۃ من رجب فانھا لیلۃ تسمیھا الملائکۃ الرغائب وذکر الحدیث بطولہ قال ابن الجوزی المتھم بہ ابن جھضم قال سمعت عبد الوھاب الحافظ

لیقول رجالہ مجھولون متشتت علیھم جمیع الکتب فیما وجد تھم ۔

ترجمہ :۔ رجب اللہ کا مہینہ ہے اور شعبان میرا اور رمضان میری اُمّت کا مہینہ ہے طویل حدیث ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ رجب کے پہلے جمعہ کی رات سے غافل نہ ہو کیونکہ فرشتوں نے اس رات کا نام رغائب رکھا ہے ۔ محدثین کا قول ہے کہ یہ روایت ابن جھضم نے وضع کی ہے میں نے حافظ عبدالوہاب سے سنا ۔ وہ فرماتے تھے کہ اس کے رواۃ مجہول ہیں ۔ یعنی میں نے تمام کتابیں چھان ماری لیکن مجھے ان راویوں کا کوئی پتہ نہیں چل سکا ۔

۹ ۔ ومن ذالک احادیث صلوٰۃ لیلۃ النصف من شعبان کحدیث یا علی من صلی لیلۃ النصف من شعبان مائتہ رکعۃ بالف قل ھو اللہ احد قضی اللہ لہ کل حاجۃ طلبھا تلک اللیلۃ وساق خرافات کثیرہ ۔

ترجمہ :۔ انہی موضوع روایات میں سے نصف شعبان کی رات کی نمازیں ہیں ۔ مثلاً یہ روایت کہ اے علی ! جس نے نصف شعبان کی رات میں سو رکعت نماز پڑھی اور ہر رکعت میں دس بار قل ھو اللہ پڑھی اللہ تعالیٰ اس رات میں اس کی حاجت پوری کرتا ہے ۔ پھر اس کے راوی نے اس روایت میں کافی خرافات بیان کی ہیں ۔

۱۰ ۔ وحدیث من صلی لیلۃ النصف من شعبان ثلث عشرۃ رکعۃ یقرأ فی کل رکعۃ ثلاثین مرۃ قل ھو اللہ احد شفع فی عشرۃ قد استوجبوا النار وغیر ذالک من احادیث التی لا یصح منھا شیٔ ۔

ترجمہ :۔ اور یہ روایت جس نے نصف شعبان کی رات میں تیرہ رکعت نماز پڑھی ہر رکعت میں تیس بار قل ھو اللہ پڑھی تو ان دس آدمیوں کے بارے میں جن پر جہنم واجب ہو چکی ہو اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے ۔ اس قسم کی اور متعدد روایات ہیں جن میں سے ایک بھی صحیح نہیں ہے ۔

۱۱ ۔ وکذا صلوٰۃ عاشورا وصلوٰۃ الرغائب موضوع بالاتفاق وکذا لیقیۃ

صلاۃ لیالی رجب ولیلۃ السابع والعشرین من رجب ولیلۃ النصف من شعبان مائۃ رکعۃ فی کل رکعۃ عشر مرات بالاخلاص (بحوالہ موضوعات کبیر)

ترجمہ:۔ اسی طرح عاشورہ کی نمازیں بعدہ صلاۃ الرغائب بالاتفاق موضوع ہیں اسی طرح ماہ رجب کی ہر رات کی نمازیں اور ستائیسویں رجب کی نمازیں اور نصف شعبان کی نمازیں۔ اور یہ نماز کہ اس رات میں سو رکعت نماز پڑھو اور ہر رکعت میں دس بار سورۃ اخلاص پڑھو۔ یہ سب موضوع ہیں۔

۱۲۔ لم اجد فی صوم لیلۃ النصف من شعبان حدیثاً مرفوعاً صحیحاً اما حدیث علی الذی رواہ ابن ماجۃ فقد عرفت التضعیف جداً۔

(تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی جلد دوم صفحہ ۵۳)

ترجمہ:۔ میں نے نصف شعبان کے روزے کے بارے میں کوئی حدیث صحیح مرفوع نہیں پائی۔ اور علیؓ کی وہ روایت جسے ابن ماجہ نے نقل کیا وہ انتہائی ضعیف ہے۔

۱۳۔ قال العینی واما الاحادیث التی فی صلاۃ النصف من شعبان فذکر ابوالخطاب بن دحیۃ انھا موضوعۃ (فتح الملھم شرح مسلم جلد نمبر ۳ صفحہ ۱۷۳)

ترجمہ:۔ علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں نصف شعبان کی نمازوں کے بارے میں جتنی احادیث ہیں تو ابوالخطاب بن دحیہ فرماتے ہیں یہ سب موضوع ہیں۔

۱۴۔ لیس فی لیلۃ النصف من شعبان حدیث یعول علیہ لا فی فضلھا ولا فی نسخ الآجال فیھا فلا تلتفتوا الیھا۔

(تفسیر احکام القرآن)

ترجمہ:۔ نصف شعبان کی رات کے بارے میں کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جس پر اعتماد کیا جا سکے۔ نہ اس رات کی فضیلت میں اور نہ موت و زندگی لکھنے کے بارے میں ان روایتوں کی طرف قطعاً توجہ نہیں۔

ان تمام حوالوں سے جن میں آیات قرآنی، احادیث اور جرح و تعدیل کے آئمہ کے اقوال اور محدثین کی آراء پیش کی گئی ہیں ثابت ہوتا ہے کہ شعبان



کہ اس مفروضہ رات کی الگ طور پر کوئی فضیلت نہیں۔ لیکن اس کے باوجود لوگ اس رات میں رسومات پر بہت روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ بالخصوص جو چیز زیادہ تکلیف دہ ہے وہ چراغاں پر اٹھنے والے اخراجات اور آتش بازی ہے۔

"اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے"

جو رقم آتش بازی چلانے پر خرچ کی جاتی ہے کاش یہ ہزاروں کی رقم غریبوں، مسکینوں، بیواؤں اور یتیموں کے کام آتی۔

اس سلسلہ میں فلاحی ادارے بنائے جاتے یا اس رقم سے سماجی برائیوں کو جنم دینے والی تحریکوں کا مقابلہ کیا جاتا۔ یہ رقم ملک وملت کے کام لائی جاتی۔ کتنے گھر ہیں جو آتش بازی کی نذر ہو چکے ہیں۔ کتنے ہنستے بستے گھرانے آتش بازی سے ویران ہو چکے ہیں۔ کتنے سہاگ اس آتش بازی سے لٹ چکے ہیں،

آتش بازی سے ملک وملت کا نقصان ہے عوام اور آپ کا اپنا نقصان ہے اور ان سب سے بڑھکر دین کا نقصان ہے۔ یہی رسومات ہیں جن سے خدا کی ناراضگی میں اضافہ ہوتا ہے۔

ہے کوئی مرد میدان؟ جو رسومات کے بڑھتے ہوئے اس سیلاب کو روکنے کیلئے میدان عمل میں آئے اور اجتماعی طاقت سے ان قبیح رسومات کا خاتمہ کرے۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا!!
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

سید امان اللہ شاہ بخاری
۱۹۸۸ء

قائدِ اہلحدیث خطیبِ ملّت نے فرمایا

اہلحدیثو سُن لو!

کبھی یاد کیا کروگے لیکن اُس وقت ہم نہیں ہوں گے اور تم اپنے بیٹوں کو داستانیں سُنایا کروگے کہ جب ہر طرف خوف تھا ظلمت تھی تاریکی تھی اور ہر طرف ظلمت کا سناٹا تھا لوگ اہلحدیثوں کو اپنی بھیڑ بکریاں سمجھا کرتے تھے ایک کمزور آدمی لاہور سے اٹھا تھا اور اُس نے کہا تھا لوگو سُن لو اہلحدیث کسی کی بھیڑ بکری نہیں ہیں اہلحدیث اس کائنات کی وہ قوّت اور طاقت ہے کہ اگر اسے احساس ذوق ہو جائے تو دُنیا کی کوئی جماعت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اس لئے کہ یہ منفرد جماعت ہے کہ جس کے گھر جب بچّہ جنم لیتا ہے تو ماں اُسے لوری دیتے ہوئے کہتی ہے بیٹا کائنات کے سامنے کٹ جانا گوارا کر لینا ربّ کے سوا کسی کے سامنے جھکنا گوارا نہ کرنا اے میری ملّت کے جوانانِ رعنا اے میری قوم کے سپوتو اُٹھو آج تمہارے مسلک کو آج تمہاری جماعت کو تمہاری ضرورت ہے کس لئے؟ حق کی علمبرداری کے لئے اس ملک میں کتاب و سُنّت کی عملداری کے لئے سرورِ کائنات کے نام نامی کے بلند کرنے کے لئے ربّ کی توحید کو عام کرنے کیلئے شرک اور گمراہی کو مٹانے کے لئے اور کتاب و سُنّت کو پھیلانے کے لئے اور ان شاء اللہ ایک دن آنے والا ہے جب پاکستان کی، فضاؤں میں پرچم لہرائے گا تو کتاب اللہ کا لہرائیگا سُنّتِ رسول اللہ کا لہرائیگا اور اس دن کو طلوع ہونے سے دُنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی!

یہ الفاظ خطیبِ ملّت نے قصور کے جلسۂ عام میں ۲۷ فروری ۱۹۸۶ء کو کہے تھے۔